تائید مذہب اہلِ سنت

اردو ترجمہ

ردِّ روافض

مع

فضائل صحابہؓ واہلِ بیتؓ

ازافاضات

حضرت امام ربانی مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ

ادارہ سعدیہ مجددیہ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تائیدِ مذہبِ اہلِ سنّت

اردو ترجمہ

ردِّ روافض

مع

فضائلِ صحابہؓ واہلِ بیتؓ

از افاضات

حضرت امام ربانی مجدد الفِ ثانی قدس سرہ

ادارۂ سعدیہ مجددیہ لاہور

انتساب و تهدیہ!

جان دی، دی ہوئی اس کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

آستانہ مجددی کا ایک گدا اپنی یہ حقیر کوشش
اور اس کے ثواب کا ہدیہ بوسیلہ جمیلہ حضرت شیخنا وسندنا وسیدنا
مزین مسند ارشادِ طریقہ مجددیہ

مولانا ابوالخلیل خان محمد صاحب مدظلہم العالی

بارگاہِ مجددی (قدس سرہٗ) میں پیش کرنے کی
سعادت حاصل کرتا ہے!

ع گر قبول اُفتد زہے عز و شرف

محمد محبوب الٰہی عفی عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامدًا و مصلیًا و مسلمًا

پیش لفظ

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ کے ظاہری و باطنی کمالات، علمی خدمات، معرکۂ حق و باطل میں آپ کی مجاہدانہ سرفروشیاں اور علم افرازیاں ہر خاص و عام کو معلوم ہیں۔ آپ نے یہ رسالہ جو ردِّ روافض کے نام سے معروف ہے، تقریباً ۱۰۰۲ھ میں تالیف فرمایا تھا۔ کیوں تالیف فرمایا؟ اس کی وجہ خود حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے آغاز رسالہ میں ارشاد فرمائی ہے۔

یہ رسالہ جس کا اصل موضوع اہل سنت کے مسلک کی تائید اور صحابہ و اہل بیت رضی اللہ عنہم کی تعظیم و تکریم ہے۔ عرصہ سے نایاب تھا، صرف ایک بار مطبع نولکشور لکھنؤ سے امام ربانی قدس سرہٗ کے مکتوبات شریفہ کے آخر میں شامل ہو کر طبع ہوا تھا، مگر اب وہ بھی نایاب ہو چکا تھا۔ صرف چند خانقاہوں اور کتب خانوں میں اس کے چند قلمی نسخے موجود رہ گئے تھے۔ ۱۳۸۵ھ میں ادارہ سعدیہ مجددیہ لاہور نے اس کا فارسی ایڈیشن نئی ترتیب و اصلاح کے بعد شائع کیا تھا۔ الحمد للہ کہ اہل علم حضرات نے اس کی اشاعت کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا اور اسلوب بیان، طرز استدلال اور قوت دلائل کے اعتبار سے اپنے موضوع پر حرف آخر پایا۔

رسالہ کی اہمیت کا تقاضا تھا کہ اس کا اُردو ایڈیشن بھی جلد شائع کر دیا جائے تاکہ سب عام و خاص اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔ چنانچہ اب ادارہ سعدیہ مجددیہ نے اس

تقاضے کو بھی تصحیح وترتیب میں پوری محنت اور حسن کتابت وطباعت میں کامل توجہ کے ساتھ پورا کردیا ہے۔

تشکر

یہ تمام کام حضرت شیخ طریقت، مروّج شریعت، منہاج حقیقت سیدنا ومولانا ابوالخلیل خان محمد صاحب مدظلہم کی خاص عنایت اور کاس توجہ کا رہین منت ہے۔ جزاھم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

ادارہ حضرت والا قدر کا سپاس گزار ہے اور مزید حسن توجہ وعنایت کا امیدوار ہے۔ دعا ہے کہ یہ کوشش قبول عام حاصل کرے اور افادۂ تام کا ذریعہ بنے۔

اَللّٰھُمَّ حَقِّقْ لَنَا اٰمالَنَا وَاَصْلِحْ لَنَا بَالَنَا۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْم وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ط

ناچیز
محمد محبوب الٰہی عفی عنہ
خادم ادارہ سعدیہ مجددیہ، لاہور

محرم الحرام ۱۳۸۸ھ
اپریل ۱۹۶۸ش

طالب دعا

محترم جناب حاجی خالد حسین طور صاحب لاہور، محترم جناب حاجی عبیداللہ صاحب رحیم یارخان، پروفیسر حاجی محمد اشفاق اللہ واجد گوجرہ۔

فہرست مضامین

عنوانات	صفحہ
مقدمہ	8
دین الٰہی اکبر شاہی	9
فتنہ نا مبارک	9
آغاز شیعیت	9
نور جہاں کا اثر	10
آخری تیر	11
قدرتی تائید	12
مجددانہ جہاد	14
مناظرات	14
مکاتبات	14
ترویج شیعیت کے ذرائع	15
سلاسل اولیاء بیشتر حضرت علیؓ سے کیوں منسوب ہوئے؟	17
روایات افضلیت شیخین	18
روایت امام بخاری	19
روایت امام ابوداؤد	19
عقائد حقہ کی ترویج اور اتباع رسول کی تلقین	19
مساعی خصوصی	21
ابتلائے قید و بند۔	24
دوسری سازش	34
تالیفات	36
حالت ہندوستان ابتدائے اسلام میں	38
مثنوی	39
ہندوستان میں شیعوں کا آنا	41
لطیفہ	42
وجہ تالیف	42
اشتعال انگیزی	42
آغاز کار	43
عقائد شیعہ	43
شیعوں کے فرقے	43
بعض شیعہ فرقوں اور ان کے عقائد کا بیان	44
سبائیہ	44
کاملیہ	45
بیانیہ	45
مغیریہ	45
جناحیہ	45
منصوریہ	46
خطابیہ	46

غرابیہ 46

ذمیہ 47

یونسیہ 47

مفوضہ 47

اسمٰعیلیہ 48

ان کی تاویلات باطلہ 48

زیدیہ 49

امامیہ 49

فیصلہ عقل 49

جوابات کا آغاز 51

علمائے ماوراء النہر کی پہلی دلیل 51

جواب از جانب شیعہ 52

ترتیب معارضہ 52

حضرت مجدد علیہ الرحمتہ کا فیصلہ، اقوال شیعہ کا رد اور قول علماء کی تصحیح 53

سند منع 53

اجتہادی امور میں صحابہؓ کا حضور ﷺ کے ساتھ اختلاف 54

خلاصۂ کلام 56

ایک اعتراض کا جواب 57

علماء کے قول کی تصحیح 58

درفضیلت ابوبکرؓ 59

درفضیلت عمرؓ 59

درفضیلت ابوبکر وعثمانؓ 60

اخراج مروان والے اعتراض کا دوسرا جواب 61

شیعہ کا احادیث مدح سے انکار 61

جواب از حضرت مجددؒ 62

تحریف کی ایک مثال 62

کتب شیعہ قابل اعتبار نہیں 63

کتب اہلسنت میں صرف مدح خلفاء ہے 63

وضع احادیث کے الزام کا جواب 63

احادیث مدح کو خبر واحد کہہ کر شیعہ کی کفر سے بچنے کی کوششیں 64

جواب 64

ضمنی مقدمہ کو منع کر کے شیعہ کا احادیث مدح پر اعتراض 64

جواب از حضرت مجددؒ 65

علمائے ماوراء النہر کی دوسری دلیل دربارۂ تکفیر شیعہ 65

شیعہ کی طرف سے جواب 65

حضرت مجددؒ کی طرف سے جواب الجواب 66

خلاصۂ کلام 66

دوسرا جواب بہ تقدیر تسلیم 67

خلافت علیؓ کے بارے میں نص کا وارد نہ ہونا 68

آزار فاطمہ کا جواب 69

حدیث کی صحیح مراد 70
ایک شبہ کا ازالہ 70
علمائے ماوراء النہر کی تیسری دلیل 70
شیعہ کا جواب 71
جواب از حضرت مجدد 71
خلاصہ کلام 71
ثبوت افضلیت ابوبکرؓ 72
علمائے ماوراء النہر کی چوتھی دلیل 72
جواب شیعہ 72
الزام ونقض از طرف شیعہ 73
بطریق منع 74
قول فیصل از حضرت مجددؒ 74
شیعہ تقیہ کے کیوں قائل ہوئے؟ 74
خلافت کا حق ہونا اور تقیہ کا باطل ہونا 74
تقرر امام کی تقدیم کی وجہ 75
واقعہ بیعت کی روداد 75
تاخیر بیعت کا عذر 76
امام شافعی کی تائید 76
حضرت ابوبکرؓ کی خلافت سے حضرت علیؓ کا راضی ہونا 76
اجماع کے ہوتے ہوئے نص کی ضرورت نہیں 77
خلاصہ کلام 77
ایک شبہ کا ازالہ 78
تقیہ کے ابطال کی ایک اور وجہ 78
تکفیر شیعہ کے سلسلہ میں علماء کی پانچویں دلیل 78
شیعہ کے اقوال علماء کے جواب میں 79
حضرت مجددؒ کی طرف سے جواب 79
لعن کا انکار اور طعن کا اقرار 83
جواب از حضرت مجددؒ 83
اپنی خرافات کو رواج دینے کے لیے شیعوں کی کوشش 85
جواب از حضرت مجددؒ 85
اس احتمال کی تائید 86
جواب بر تقدیر تسلیم 86
معاملات صحابہ کرام پر گفتگو کی معذرت 86
خاتمہ حسنہ 91

مقدمہ

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ حامی اسلام بن کر ایک ایسے دور پرآشوب میں کھڑے ہوئے جبکہ درخت اسلام کی شاخوں کو قلم کرنے کے لیے متعدد تیشے چل رہے تھے، بلکہ شاخوں سے گزر کر جڑ کی خبر لینے لگے تھے۔ عہد نبوت پر ایک ہزار سال گزر چکے تھے اور اعداءِ اسلام ایک منظم سازش میں لگے ہوئے تھے۔ دشمنوں کے یہ حملے کسی ایک سمت سے نہیں ہو رہے تھے کہ مدافعت نسبتاً آسان ہوتی بلکہ۔

ایک طرف مبتدعین کا گروہ تھا جو دین اسلام میں نت نئی رسوم پیدا کر رہا تھا، دوسری طرف سے صوفیہ ملاحدہ کی جماعت عقائد اسلام کی صورت بگاڑنے میں مصروف تھی۔ تیسری جانب سے دشمنان اصحاب رسول پر پرزے نکال رہے تھے اور اکابر صحابہ اور خلفاء پر طعن و ملامت کے تیر چلا رہے تھے چوتھی سمت سے مذاہب باطلہ ہنود و نصاریٰ وغیرہم نے احکام اسلام کو منسوخ کرانے پر کمر باندھ رکھی تھی۔ ان تمام گروہوں نے کچھ ایسا گٹھ جوڑ کر رکھا تھا اور اتنا اثر و رسوخ حاصل کر لیا تھا کہ بادشاہِ وقت جلال الدین اکبر غازی کو جو واقعی اپنے ابتدائے عہد میں ان خطابات کا مستحق تھا اسلام سے برگشتہ ہی نہیں بلکہ احکام و رسوم کفریہ کا مروّج بنا دیا تھا۔

ظاہر ہے کہ جب کسی سلطنت کا دل (بادشاہ) ہی بگڑ جائے تو جسم (مملکت) کیسے صالح اور درست رہ سکتا ہے۔ ہندو راجاؤں نے بیٹیاں دے کر بادشاہ کا دل موہ لیا تھا اور ہندو پنڈتوں نے دربار میں اثر و نفوذ پیدا کر لیا تھا۔ مذہب کی بحث چھڑتی تو پنڈتوں کی شنوائی ہوئی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ بادشاہ کے ماتھے پر قشقہ لگنے لگا۔ آتش پرستوں کے موبد بھی بحث میں حصہ لیتے، آگ کو خدا کا مظہر ثابت کرتے اور آتش پرستی کی دعوت دیتے تھے۔

بادشاہ جو ہر ایک کا دل خوش کرنے کی فکر میں تھا اس نے ایوانِ شاہی کے ایک گوشہ میں (نعوذ باللہ) مظاہر قدرت میں ایک اعلیٰ نمونہ باور کرا کر بادشاہ کے دروازہ پر

بند حوا دیا۔

دین الٰہی اکبر شاہی

نوبت یہاں تک آ پہنچی کہ کہا گیا چونکہ اسلام ہزار سال کے بعد پرانا ہو چکا ہے اور اس کے بہت سے احکام قابل عمل نہیں رہے اس لیے بادشاہ نے ایک نئے دین (مذہب صلح کل) کی بنیاد ڈالی اور اس کا نام دین الٰہی اکبر شاہی رکھا۔ اس کا کلمہ لَا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ اَكْبَرُ خَلِيْفَةُ اللّٰهِ تجویز کیا، یعنی رسالت کا قصہ ہی ختم کر دیا۔ گویا (نعوذ باللہ) شریعت محمدیہ منسوخ قرار دے دی گئی۔ اس نئے مذہب میں جو خرافات شامل کی گئیں اور شریعت محمدیہ کے احکام منسوخ کر کے جو جو بیہودہ احکام نافذ کیے گئے۔ اس سے ملا عبدالقادر بدایوانی کی تاریخ منتخب التواریخ کے صفحے کے صفحے بھرے پڑے ہیں۔ یہاں ان تمام کے نقل کی گنجائش نہیں جس کا جی چاہے وہاں دیکھ لے۔

فتنہ نامبارک

دراصل بادشاہ کی دین سے برگشتگی کی بنیادی وجہ اس کو دینی مجتہد کا مقام سونپنا تھا یہ فتنہ نامبارک، شیخ مبارک، اس کے بیٹوں ابوالفضل و فیضی اور ان کے ہم نوا علماء سوء اور صوفیہ خام کا پیدا کردہ تھا اور عجیب حسن اتفاق ہے کہ تقریباً جس وقت ایک محضر مرتب کر کے بادشاہ کو مجتہد اسلام بلکہ مجتہد سے بھی اونچا مقام دیا جاتا تھا۔ قدرت نے اسی زمانہ میں حضرت مجددؒ کو تحصیل علم سے فارغ کر کے مسند درس و ارشاد پر جلوہ افروز فرما دیا تھا۔

اہل باطل کے یہ فتنہ پرداز عناصر بادشاہ کے گرد کچھ اس طرح جمع ہو گئے تھے کہ اس ناخواندہ امی اور فروغ جاہ و سلطنت کے طالب حکمران کے لیے اس حصار سے نکلنا تقریباً ناممکن ہو چکا تھا بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ فطرت مسخ ہو جانے کی وجہ سے اسلام سے عداوت پیدا ہو گئی تھی۔

آغازِ شیعیت

مشہور تاریخی واقعہ ہے کہ ہمایوں نے شیر شاہ سے شکست کھانے کے بعد شاہ طہماسپ صفوی کے ہاں پناہ لی اور اس سے مدد طلب کی، وہ غالی شیعہ تھا۔ شیعیت اختیار کر لینے کی شرط پر مدد کا وعدہ کیا، مجبوری اور مصلحت وقت کی بنا پر ہمایوں نے شیعی مسلک اختیار

کرلیا۔ اگرچہ یہ مسلک کی تبدیلی دل سے نہ تھی لیکن اس سے شیعوں کو ہندوستان میں بہت سی مراعات مل گئیں۔ چنانچہ عراق عجم اور ایران کے بہت سے شیعی علماء وشعراء دربار ہمایوں میں اعزاز و اکرام سے نوازے گئے پھر اکبر کے دور میں ہمایوں کے عہد سے بھی زیادہ رسوخ حاصل کرلیا۔ اکبر کو تاریخی حکایات و واقعات سننے کا شوق تھا، حریفوں نے چالاکی سے اس کے سامنے مشاجرات صحابہ کے قصے اپنے خاص انداز میں بیان کیے اور مشاجرات سے متعلق کتابیں سنائیں۔ اس طرح رفتہ رفتہ اس کے مزاج کو خلفائے ثلثہ سے منحرف کر دیا، یہاں تک کہ بادشاہ برسر دربار خلفائے برحق کی شان میں بے ہودہ گوئی پر اتر آیا۔

ملا بدایونی کا بیان ہے:۔

وآنچہ درحق صحابہ رضی اللہ عنہم در وقت خواندن کتب سیر مذکور می ساختند خصوصا در خلافت خلفائے ثلثہ وقصہ فدک وجنگ صفین وغیرآن کہ گوش از استماع آن کر باد و بزبان نتواں آورد۔ (منتخب التواریخ ص ۳۰۸)

''اور صحابہؓ کے حق میں کتب سیرت پڑھتے وقت جو کلمات بادشاہ کے منہ سے نکلتے تھے۔ خصوصاً حضرت ابوبکر وعمر وعثمانؓ کی خلافت کے بارے میں اور فدک اور جنگ صفین وغیرہ قصوں کے سلسلے میں کان ان کے سننے سے خدا کرے بہرے ہو جائیں۔ انھیں زبان پر نہیں لایا جا سکتا۔''

یہ فتنہ جس کا چشمہ ہمایوں کے عہد میں پھوٹا تھا اکبری دور میں اپنی سوتیں پھیلاتا ہوا جہانگیر کے زمانہ میں ایک سیل بے پناہ بن کر سامنے آ گیا۔

نور جہاں کا اثر

غیاث بیگ طہرانی کی حسین بیٹی مہرالنساء اپنے شوہر شیر افگن کے قتل کے بعد شاہی حرم سرا میں ملکہ بن کر داخل ہو گئی تھی پہلے نور محل لقب پایا۔ پھر نور جہاں۔ نور جہاں نے متعصب ماں باپ کی آغوش میں پرورش پائی تھی۔ اس کے باپ دادا متعصب شیعہ فرمانرواؤں کے عہد کی کارگزاریوں کو دیکھے ہوئے تھے اہل تسنن سے بغض اور اصحاب رسول اللہ ﷺ سے عداوت ان کا خمیرہ مایہ تھا۔ نور جہاں بھی اسی تنور عداوت کا ایک پرکالہ آتش تھی۔ حسن کی سحر کاری سے بادشاہ کو پہلے ہی مسحور کر چکی تھی۔ باپ، بھائی اور دیگر اقربا کو

بڑے بڑے عہدے دلوائے۔ باپ نے اعتماد الدولہ لقب پایا تو بھائی خانسامانی کے عہدہ پر سرفراز ہوا حتیٰ کہ اس کے خاندان کے غلاموں تک کو خانی و نزخانی کے خطاب مل گئے۔ جہانگیر نا ؤنوش میں مست رہنے لگا اور مسند شاہی اور سکہ شاہی پر نور جہاں کا قصہ ہو گیا۔ فرمانوں پر طغرا نور جہاں کے نام کا لگنے لگا، سکے کا نقش یہ تھا۔

بحکم شاہ جہانگیر یافت صد زیور

بنام نور جہاں پادشاہ بیگم، زر

طغرا کی عبارت یہ تھی:۔

حکم العلیة العالیة نورجهاں بیگم پادشاہ. (تزک جہانگیری)

خود جہانگیر کا اعتراف ہے:۔

دور دولت شاہی من حالاً در دست ایں سلسلہ است پدر دیوان کل و پسر وکیل مطلق و دختر ہمراز و مصاحب۔ (تزک جہانگیری)

میری سلطنت کا دَور اب اس (خاندان) (نور جہاں) کے ہاتھ میں ہے، باپ دیوان کل ہے۔ بیٹا (آصف خاں) وکیل مطلق ہے اور بیٹی (نور جہاں) مصاحب و ہمراز ہے۔

پادشاہ اور ارکانِ سلطنت پر جب کہ شیعیت کا تسلط اس درجہ ہو چکا ہو تو ظاہر ہے اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِھِمْ کے طبعی اصول کے تحت عوام پر کیا کچھ اثر نہ ہوگا۔ چنانچہ تعزیہ داری، سوز خوانی، ماتم اور سینہ کوبی سنیوں میں بھی رائج ہو چکی تھی۔ اسی پر بس نہیں بلکہ مخصوص شیعی عقائد و خیالات یعنی تفضیل علی مطلقاً اور خلافت و مشاجرات صحابہ کے سلسلہ میں خلفائے ثلثہؓ اور امیر معاویہؓ پر لعن وطعن کے اثرات سنیوں میں بھی کافی پھیل چکے تھے۔

آخری تیر

نور جہاں نے اب اپنے ترکش کا آخری تیر چلانا چاہا یعنی اپنے عقیدہ کو حکومت و سلطنت کا مذہب قرار دے دیا جائے اس کے لیے بادشاہ کو علی الاعلان شیعہ بنانا لازمی تھا۔ تدبیر یہ کی کہ ایک شیعہ عالم مشہور بہ علامہ شوستری کو ایران سے بلایا۔ بادشاہ سے ملاقاتیں کرائیں۔ شیعی اور سنی عقائد و خیالات پر بحثیں چھیڑیں اور رفتہ رفتہ بادشاہ کو برسر دربار سنی و

شیعی مناظرہ کرانے پر آمادہ کر لیا۔ مقصد یہ تھا کہ اپنے اقتدار کے اثرات سے کام لیکر شیعی مناظر کی کامیابی کی صورت میں شیعیت کے حق ہونے کا اعلان بادشاہ کی طرف سے کرا دیا جائے گا۔

قدرتی تائید

مناظرہ قرار پا گیا، سنیوں کیطرف سے مولانا ابوالحسن مناظر مقرر ہوئے۔ شیعی مناظر نے حضرت علیؓ کے فضائل و کمالات کا اظہار سنیوں کی زبان سے کرانے کے لیے مولانا سے سوال کیا کہ درحق علیؓ چہ می گوئی؟ مولانا بھانپ گئے کہ مقصد یہ ہے کہ بادشاہ پر واضح ہو جائے کہ حضرت علیؓ دونوں فریقوں کے متفقہ پیشوا ہیں تو پھر کیوں نہ اختلافی شخصیتوں کو چھوڑ کر صرف انہی کی پیروی کی جائے۔ مولانا نے حضرت علیؓ کے متعلق اہل تسنن کے عقیدت مندانہ جذبات بیان کیے اور فوراً شیعی مناظر سے یہ سوال کر دیا کہ "درحق سلیم چشتی چہ می گوئی؟"

اس بدنصیب علامہ کو یہ علم نہ تھا کہ حضرت شیخ سلیم چشتیؒ وہ بزرگ ہیں جن کی دعا کا ثمرہ خود جہانگیر کا وجود تھا اور اسی لیے اس کا نام حصول برکت کے لیے شیخ کے نام پر شہزادہ سلیم رکھا گیا تھا۔ اس نے جو حضرت علیؓ کے بالمقابل سلیم چشتیؒ کا نام سنا، آگ بگولا ہو گیا اور تسنن و تصوف سے عداوت رکھنے کی وجہ سے شیخ پر سب و شتم کی بارش کر دی۔ جہانگیر کے کان کھڑے ہوئے پوچھا یہ کیا بک رہا ہے۔ عرض کیا کہ یہ حضرت شیخ سلیم چشتی کو سب و شتم کر رہا ہے۔ یہ سن کر جہانگیر غصہ سے تھرانے لگا اور حکم دیا کہ ابھی اس کی گدی چیر کر زبان باہر کھینچ لی جائے اور قتل کر کے لاش کسی کھائی میں ڈال دی جائے۔ نور جہاں نے اس کی جان بخشی کے لیے بہت ہاتھ پاؤں مارے لیکن حضرت شیخ سلیم چشتیؒ سے حقیقی عقیدت نور جہاں کی مجازی محبت پر غالب آ گئی۔ جہانگیر بولا۔ "جان دادیم ایمان ندادیم" بدزبان مجتہد نے اپنے کیے کی سزا پائی اور یہ ناپاک منصوبہ ناکام ہوا۔ فالحمدللہ!

مقصود اس داستان سرائی سے یہ ہے کہ ناظرین سمجھ سکیں کہ یہ ہوش رُبا فتنہ کہاں سے کہاں تک پہنچ چکا تھا۔ خدانخواستہ اس وقت اگر کامیابی ہو جاتی تو ہندو پاکستان میں سنیوں کا وجود ختم ہو گیا ہوتا۔ غرض ان تمام عناصر نے مل کر اسلام کو اپنے گھر میں غریب

الوطن بنا رکھا تھا۔ لیکن چونکہ اسلام کا محافظ خود اللہ تعالیٰ ہے۔ جس نے رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا کے ساتھ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام کا اعلان فرمایا ہے۔ خود حق تعالیٰ نے تحفظ اسلام کا سامان کیا اور اپنے پسندیدہ دین کی تجدید و حمایت کے لیے اپنے محبوب پیغمبر ختم المرسلین محمد ﷺ کے قول کے مطابق کہ:۔

ان اللّٰہ عزوجل یبعث لھذہ الامۃ علی رأس کل سنۃ من یجدد لھا دینھا.

اللہ تعالیٰ اس امت محمدیہ کے لیے ہر سول پر ایسی ہستی کو مبعوث کیا کرے گا جو امت کے لیے اس کے دین کو پھر سے تازہ کر دیا کرے گی۔ ایک مرد حق شناس کو کھڑا کر دیا اور اس کام کے لیے جو علمی و عملی و ظاہری و باطنی اوصاف و کمالات ضروری تھے وہ سب اس ذات گرامی میں جمع فرما دیے۔ جن کا عنوان گرامی ہے۔ ''امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی'' رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً وضاعف لہ اجرہ۔ آپ کے ہمہ گیر تجدیدی کارنامے آپ کے مجدد الف ثانی ہونے پر شاہد عدل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس لقب کو وہ مقبولیت عطا فرمائی کہ آپ کو شیخ احمدؒ کے بجائے مجدد الف ثانی کے نام سے پکارا جاتا ہے حتیٰ کہ علماء، عرفا اور اہل حق کا آپ کی مجددیت پر اجماع منعقد ہو گیا۔ وما ھذا القبول اِلّا من عند اللّٰہ بمنہ و کرمہ.

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے بتائید خداوندی ہمہ تن متوجہ ہو کر اپنے قلم، زبان اور قلب کی جملہ طاقتوں سے کام لے کر فرقہائے باطل اور مذاہب ضالہ و کافرہ کی غبار انگیز آندھیوں اور بلاخیز طوفانوں کا دلیرانہ مقابلہ کیا اور بحمدہٖ تعالیٰ تھوڑے ہی دنوں میں صوفیہ باطنیہ کی دسیسہ کاریاں، علمائے سوء کی روباہ بازیاں، اہل رفض کی آبلہ فریبیاں اور کفار کی دست درازیاں اس طرح دب گئیں اور چھٹ گئیں، جس طرح بارش کے ایک چھینٹے سے غبار دب جاتا ہے اور ہوا کے ایک جھونکے سے سطح آب سے کائی چھٹ جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا خالص دین اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ جگمگا اٹھا اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ کی تعبیر و تفسیر دنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لی۔ آپ کی تعلیمات و فیوض باطنی و ظاہری کے ثمرات انشاء اللہ تعالیٰ اگر عالم باقی رہا تو الف ثالث تک یونہی ظاہر ہوتے رہیں گے اور آپ کے متبعین و متوسلین عالی ہمتی کے ساتھ باطل کی طاقتوں سے اسی طرح ٹکراتے اور فائز المرام ہوتے رہیں گے فجزاہ اللّٰہ تعالیٰ عنا و عن سائر المسلمین. وَیَرْحَمُ اللّٰہُ عَبْدًا قَالَ اٰمِیْنًا.

مجددانہ جہاد

آپ نے حق کی سربلندی کے لیے جو جان فروشانہ کوششیں کیں اور باطل طاقتوں کو ہر محاذ پر جس طرح شکستیں دیں، ان تمام کارناموں کو بیان کرنے کے لیے متعدد دفتر درکار ہیں۔ اس مختصر مقدمہ میں اس کے لیے گنجائش کہاں؟ لیکن مَالَا یُدْرَکُ کُلُّہٗ لَا یُتْرَکُ کُلُّہٗ کے مطابق مناسب ہوگا کہ جستہ جستہ واقعات و مساعی کی طرف اشارہ کر دیا جائے خصوصاً فتنہ درپیش کے دفاع کے سلسلہ میں آپ نے اصلاحی رنگ میں جو کامیاب کوششیں فرمائی ہیں۔ ان کا تجزیہ کر کے ناظرین کے سامنے پیش کر دیا جائے۔

ہم ان کوششوں کو ظاہری طور پر چار حصوں میں منقسم پاتے ہیں۔ مناظرات، مکاتبات، تالیف رسائل ....

ا۔ مناظرات

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے عام و خاص مجلسوں، بادشاہ اور امراء کے درباروں اور محفلوں میں ان حضرات کی خامیوں اور ناحق پرستانہ کارگزاریوں کا پردہ چاک کیا عقلی و نقلی دلائل سے مخالفوں کو خاموش و لاجواب کر دیا۔ فضائل اہل بیت اور تائید اہل السنہ کے سلسلہ میں جو رسالہ آپ نے تصنیف فرمایا ہے اس کے شروع میں ازقام فرماتے ہیں:۔

ایں حقیر ہر چند در مجالس و معارک مشافہۃً بمقدمات معقولہ و منقولہ ردّ آنہامی کرد و بر غلطی ہائے ایشان، ایشان را اطلاع می داد امام جمیت اسلام...... ورگِ فاروقیم بایں قدر ردّ والزام کفایت نمی کرد۔

احقر اگرچہ امراء کی مجلسوں اور مناظرے کے معرکوں میں آمنے سامنے ہو کر عقلی اور نقلی دلائل سے ان (روافض) کا ردّ کرتا کرتا تھا اور ان کی کھلی غلطیوں پر امراء اور بادشاہ کو مطلع کرتا تھا مگر اسلامی جمیت اور میری فاروقیت کی رگ فقط اتنے سے ردّ و الزام پر قناعت نہ کرتی تھی۔

۲۔ مکاتبات

اپنے کثیر تعداد مکتوبات میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ اس فرقہ کے عقائد کو دلائل و شواہد کی روشنی میں بے اصل ثابت فرمایا۔ ان کی تلبیسات کا پردہ چاک کیا اور ان

سنیوں کی صحیح رہنمائی فرمائی جو محض جوشِ عقیدت و محبت اہل بیت کی وجہ سے شیعی خیالات قبول کرتے جا رہے تھے۔

ترویج شیعیت کے ذرائع

شیعوں کا پہلا حربہ یہی ہے کہ وہ محبت کے پردے میں عوام سنیوں کو حضرت علیؓ کی فضیلت مطلقہ کی طرف مائل کر لیتے ہیں۔ اس وقت بھی یہی زیر زمین دام بچھا کر سنیوں کو شیعی عقائد کی طرف مائل کر رہے تھے۔ رفتہ رفتہ حضرت علیؓ کا استحقاق خلافت خاطرنشین کر کے خلفائے ثلثہ سے بدظنی کا بیج بو دیتے تھے۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ اکثر عوام سنی بھی شیعوں کی مجالس محرم میں شریک ہوتے اور حضرت امام حسینؓ کے ماتم میں سینہ کوبی کرتے اور حضرت امیر معاویہ و دیگر خلفائے راشدین پر لعن طعن سننا گوارا کر لیتے تھے۔ دوسرا حربہ مشاجرات صحابہ اور مظلومیت حضرت علیؓ و حضرت امام حسینؓ کا پُردرد بیان تھا جس کے ذریعہ وہ سنیوں کو شکار کرتے تھے۔ چونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور اہل بیت نبوت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے اخلاص و محبت اہلسنت کا عقیدہ ہے یہی وجہ ہے کہ

اولیاء اللہ بھی حضرت علیؓ پر منتہی ہوتے ہیں، اس لیے پیشوائے طریقت ہونے کے لحاظ سے بھی تمام اہلسنت حضرت علیؓ و اہل بیتؓ سے خاص عقیدت رکھتے ہیں۔ اس عقیدت و محبت اور شیعی حریف کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر بہت سے صوفیہ بھی جادۂ اعتدال سے ہٹے ہوئے تھے اور مخالف حضرات اپنے عقائد کی تبلیغ میں ان صوفیوں کا سہارا بھی لیتے تھے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے سب سے پہلے عقیدۂ تفضیل کی بیخ کنی کرنے کی طرف توجہ فرمائی، حضرات شیخین (ابوبکر و عمر) رضی اللہ عنہما کی افضلیت و اکملیت کا اعلان واشگاف الفاظ میں فرمایا اور مسکت دلائل پیش کیے۔ مکتوب نمبر ۱۵ دفتر دوم میں حکام سامانہ کو یوں خطاب فرماتے ہیں:

"حضرت[1] ابوبکر و عمرؓ کا باقی سب صحابہ سے افضل ہونا صحابہ و تابعین کے اجماع سے ثابت ہو چکا ہے۔ چنانچہ اکابر ائمہ کی ایک جماعت نے جن میں امام شافعی بھی شامل ہیں، اس اجماع کو نقل کیا اور مانا ہے۔"

---

1. بہ نیت اختصار حوالہ کی عبارتوں کا صرف ترجمہ لکھا جاتا ہے۔

نیز خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا اعتراف نقل فرمایا ہے:۔

"تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ حضرت علیؓ نے تخت خلافت اور کرسی مملکت پر متمکن ہونے کی حالت میں یہ فرمایا اور اپنے متبعین کے انبوہ کثیر کے سامنے یہ اعتراف کیا کہ حضرت ابوبکر و عمرؓ تمام امت میں افضل ہیں۔"

نیز مکتوب نمبر ۶۷ دفتر دوم میں رقمطراز ہیں:۔

"خلفائے اربعہ کی افضلیت ان کی خلافت کی ترتیب کے مطابق ہے۔۔ اور حضرات شیخین کی افضلیت تو صحابہ و تابعینؓ کے اجماع سے ثابت ہو چکی ہے...... خود حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص مجھے ابوبکر و عمرؓ سے افضل کہے وہ مفتری ہے میں اس کو وہ سزائے تازیانہ دوں گا جو افتراء پرداز کو دی جاتی ہے۔"

مکتوب نمبر ۲۵۱ دفتر اول میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے خلفائے اربعہ کے مقامات و مدارج کشفی و الہامی انکشافات کے رنگ میں بیان فرمائے ہیں جو اہلسنت و جماعت کے عقائد و نظریات کے عین مطابق ہیں اور خلفاء کی افضلیت بترتیب خلافت پر بھی روشنی ڈالتے ہیں، فرماتے ہیں:۔

"حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو جہاں کمالات محمدیہ اور ولایت محمدیہ کے مقام پر پہنچ جانا نصیب ہوا ہے وہاں وہ دونوں، انبیاء سابقین میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ولایت کی رُو سے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ دعوت خلق کے لحاظ سے جس کا تعلق مقام نبوت سے ہے، مناسبت رکھتے ہیں اور حضرت عثمانؓ ہر دو پہلو سے حضرت نوحؑ سے مناسبت رکھتے ہیں اور حضرت علیؓ ہر دو پہلو (ولایت و نبوت) کے لحاظ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مشابہ ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں، اس لیے لازماً ان میں نبوت کے پہلو سے ولایت کا پہلو غالب ہے۔

پس حضرت صدیق اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہما باہمی اختلاف

مراتب کے ہوتے ہوئے (زیادہ تر) نبوت محمدی کا بار (بطور نائب و خلیفہ) اٹھائے ہوئے ہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ بوجہ مناسبت عیسوی و غلبہ پہلوئے ولایت ولایت محمدی کو ترویج کی ذمہ داری سنبھالے ہوئے ہیں۔ حضرت عثمانؓ چونکہ ہر دو پہلو (ولایت و نبوت) کے لحاظ سے معتدل ہیں اس لیے انھوں نے نبوت و ولایت محمدی دونوں کی ترویج کا بوجھ معتدلانہ رنگ میں اٹھایا۔"

سلاسل اولیاء بیشتر حضرت علیؓ سے کیوں منسوب ہوئے

"چونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بار ولایت محمدی کے حامل ہیں اس لیے اکثر سلاسل اولیاءؒ آپ سے منسوب ہوئے۔

فرق مراتب

حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے کمالات انبیاء علیہم السلام فرق مراتب کے کمالات سے مشابہت رکھتے ہیں، ارباب ولایت کا ہاتھ ان کے دامن تک نہیں پہنچتا اور اہل کشف کے کشفیات، کمالات نبوت کے بلند مقامات تک رسائی نہیں پا سکتے۔ کمالات ولایت، کمالات نبوت کے مقابلہ میں راستہ میں گری پڑی چیزوں کی طرح ہیں (جن پر توجہ نہیں دی جاتی)۔"

تبصرہ

غور کیجیے اس معرفت ربانی میں حضرت امام ربانی پر حق تعالیٰ نے حضرات خلفاء رضی اللہ عنہم کے مراتب و کمالات اور باہمی نازک امتیازات کا انکشاف کس اندازِ حال میں فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اولیاء کرام میں صرف آپ کو یہ معرفت خاصہ عطا فرمائی جسے سامنے رکھ کر اگر ان واقعات و حالات کا جائزہ لیا جائے جو حضرات خلفاء کے عہد میں یکے بعد دیگرے پیش آئے تو مذکورہ امتیازات و فروق کی تصدیق ہو جاتی ہے۔ حضرات شیخین کے عہد میں جانب نبوت کے غلبہ اور کمالات نبوت کی طاقت نے اسلام کو بیرونی فتنوں سے محفوظ رکھنے، اندرونی استحکام عطا کرنے اور اسلام کی علاقائی حدود کو دُور دُور تک پہنچانے کا اہم کام چند برسوں میں انجام دلا دیا۔ حضرت ذی النورینؓ کا دور اعتدالی اور برزخی آیا تو

آپ نے بھی تحفظ و توسیع اسلام کے کام کی نگرانی خوب خوب کی مگر ایک داخلی فتنے نے سر اٹھایا جس کو نظر انداز کرتے ہوئے آپ نے اپنا سر دے دیا مگر مسلمانوں کے درمیان تلوار نہ اٹھائی۔ پھر جب پہلوئے ولایت کے غلبہ کا دور آیا تو اندرونی فتنوں کا سلسلہ وسیع تر ہوتا چلا گیا۔ جن میں مسلمانوں کے درمیان ایک دوسرے کے مقابل تلواریں بھی نکلیں اور ہزاروں سر بھی نثار ہوئے، اس دور میں بھی اگرچہ بیرونی اعداء کے مقابلہ پر داخلی اتحاد موجود تھا اور اسلامی حدود کے تحفظ کا خیال پورا پورا کیا جاتا رہا لیکن حق یہ ہے کہ اس اندرونی خلفشار سے (اگرچہ ہر فریق اپنے اجتہاد کے تحت عمل کر رہا تھا) داخلی امن و استحکام میں، توسیع و تبلیغ اسلام میں اور اسلام کی وہ ہیبت جو دشمنوں پر چھائی ہوئی تھی اس میں ضرور کچھ نہ کچھ فرق آیا۔ اس عہد میں جو جو مسائل پیدا ہوئے اور اجتہادی اختلافات سے انھوں نے جو جو رنگ اختیار کیے اگرچہ ہر مجتہد کا اختیار کردہ مسلک اس کی نظر میں حق اور واجب الاتباع تھا اور وہ اس کے اختیار کرنے میں ملامت کا مستحق نہ تھا مگر عہد سابق میں دعوتِ اسلام کی توسیع و تبلیغ، اجرائے احکام دین اور اتفاق کلمہ کے مقابلہ میں یہ اختلافی مسائل کالمطروح فی الطریق تھے جن کی طرف عہد شیخینؓ میں تو نظر ہی نہیں گئی، عہد عثمانی میں ادھر کچھ نظر گئی بھی تو فوراً پلٹ آئی۔

شیخین رضی اللہ تعالی عنہما کی ایک اور فضیلت جس میں وہ تمام صحابہ سے ممتاز ہیں بیان فرماتے ہوئے حضرت امام ربانی رحمہ اللہ تعالی اسی مکتوب میں ارقام فرماتے ہیں۔

> "حضرت شیخین (ابوبکرؓ و عمرؓ) (نہ صرف زندگی بلکہ) موت کے بعد بھی حضرت پیغمبر ﷺ سے جدا نہیں ہوئے (تینوں ایک ہی جگہ مدفون ہوئے) ان کا حشر و نشر بھی ساتھ ہوگا جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود فرمایا[1] ہے۔ یہ خاص اقربیت ان کی افضلیت کی قوی دلیل ہے۔"

روایات افضلیت شیخین

اس کے بعد امام ربانی قدس سرہ نے کچھ روایات صحیحہ افضلیت شیخین کے سلسلہ میں نقل فرمائی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے۔

---

[1] مشکوۃ میں ترمذی سے روایت ہے کہ ایک روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حجرہ شریف سے نکل کر مسجد میں تشریف لا رہے تھے، دائیں جانب حضرت ابوبکرؓ تھے اور بائیں جانب حضرت عمرؓ اور حضور ﷺ ان کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے تھے پھر فرمایا کہ ہم تینوں اسی طرح قیامت کو اٹھیں گے۔

روایت امام بخاری

عہد صحابہ میں شیخین کی افضلیت پایہ ثبوت کو پہنچ چکی تھی۔ امام بخاری حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ ہم عہد نبوت میں اولاً حضرت ابوبکرؓ کے برابر کسی کو نہ سمجھتے تھے پھر حضرت عمرؓ اور پھر حضرت عثمانؓ کے ہموزن بھی کسی کو نہ جانتے تھے ان تین کے علاوہ ہم باقی اصحاب کو ایک دوسرے پر ترجیح نہ دیتے تھے۔

روایت امام ابوداؤد

امام ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں بھی کہا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کی امت میں حضور ﷺ کے بعد ابوبکرؓ سب سے افضل ہیں پھر عمرؓ اور پھر عثمانؓ۔

غرض حضرت امام ربانی نے حضرات خلفاء کی افضلیت کو ان کی خلافت کی ترتیب کے مطابق عقلی ونقلی اور کشف والہام ہر نوع سے ثابت فرما کر شیعی عقیدہ "تفضیل علیؓ" کی بنیاد ہی منہدم فرما دی جس کا فریب وہ سنیوں کو بوجہ عقیدت ومحبت اہل بیت دے کر اپنے دام تزویر میں پھانس لیا کرتے تھے۔

۳۔ عقائد حقہ کی ترویج اور اتباع رسول کی تلقین

اس سلسلہ میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے بے شمار مکتوبات دفاتر ثلثہ میں جا بجا پھیلے ہوئے ہیں۔ آپ کا مخاطب کوئی ہو۔ خط لکھنے کی تقریب کچھ بھی ہو مگر آپ اس کو اتباع سنت اور عقائد اہل سنت کی تبلیغ اور ان کے اختیار کرنے کی ترغیب و تلقین فرمانے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ ایسے مکتوبات کے حوالہ جات بھی اگر تمام کے تمام نقل کیے جائیں تو اس کے لیے ایک طویل دفتر چاہیے بطور مشتے نمونہ از خروارے ہم چند مکاتیب کے حوالوں پر اکتفا کرتے ہیں۔

۱۔ مکتوب نمبر ۲۵ بنام خواجہ جہان اگرچہ بترقیب سفارش لکھا گیا ہے مگر آپ مقصود اوّل تبلیغ کو قرار دے کر پیغمبر ﷺ کے اتباع اور خلفائے راشدین کی پیروی کی تلقین سب سے پہلے فرماتے ہیں بلکہ کمالات روحانی کے حصول کو بھی اسی اتباع پر موقوف قرار دیتے ہیں۔

''تمام لطائف روح، سر، خفی اور اخفی وغیرہ کے کمالات سرور انبیاء علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی کامل اطاعت و پیروی پر موقوف ہیں اس لیے آپ حضور ﷺ کی اور حضور ﷺ کے خلفاء کی پیروی پوری پابندی سے کریں کیونکہ یہی حضرات نجوم ہدایت اور خورشید ولایت ہیں، جو شخص ان حضرات کی پے روی کے شرف سے مشرف ہوا وہ کامیاب رہا اور جس کی سرشت میں ان حضرات سے مخالفت و مخاصمت بھری ہوئی ہے وہ سخت گمراہی میں مبتلا ہے۔''

۲۔ مکتوب نمبر ۴۱ میں شریعت محمدی کے اتباع کی تاکید فرماتے ہوئے شریعت و طریقت و حقیقت کی حقیقت پر روشنی ڈالتے ہیں۔ یہ مکتوب بھی اگرچہ ایک ضرورت مند کی حاجت روائی کی تقریب میں شیخ درویش کو لکھا گیا ہے مگر اتباع شریعت کی تلقین سے تین صفحے رنگین ہیں اور مضمون سفارش صرف تین سطروں میں ہے (ارشاد ہوتا ہے۔)

''محمد رسول اللہ ﷺ رب العلمین کے محبوب ہیں اور دستور ہے جو مرغوب و نفیس چیز ہوتی ہے وہ محبوب کے لیے ہی مخصوص ہوا کرتی ہے اسی لیے حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں (شریعت مصطفوی کے حق میں) فرمایا ہے[1] اِنَّ هٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کی ملت کو صراط مستقیم قرار دیا اور اس کی اطاعت کا حکم فرمایا اور دیگر ملتوں کو سبل متفرق میں شمار فرمایا اور ان کی پیروی سے روک دیا۔''

''اور باطن سے ظاہر کی تکمیل ہوتی ہے پس باطن (طریقت) اور ظاہر (شریعت) میں بال برابر بھی تو فرق نہیں مثلاً زبان سے جھوٹ نہ بولنا شریعت ہے اور دل سے جھوٹ بولنے کا خیال تک دور کر دینا طریقت و حقیقت کا درجہ رکھتا ہے۔ اگر دل سے یہ نفی کذب بہ تکلف

---

[1] ترجمہ: یہ ہے میرا راستہ سیدھا تم سب اسی کی پیروی کرو (اس سے کترا کر) متفرق (شیطانی) راہوں پر نہ چلو۔

وسی ہے تو طریقت کہلائے گی اور اگر بے تکلف وسی حاصل ہوگی تو حقیقت نام پائے گی اس لحاظ سے باطن جسے طریقت وحقیقت کہیے درحقیقت ظاہر یعنی شریعت کے تکمیل کنندہ ہیں۔"

۳۔ مکتوب نمبر ۴۲ (دفتر اوّل) بھی شیخ درویش کے نام ہے اور بتقریب سفارش ہے مگر سب سے پہلے یہ ہدایت فرماتے ہیں:۔

"آدمی جب تک تعلقات (دنیوی ونفسانی) کی گندگی سے آلودہ ہے اس وقت تک محروم ومجبور ہے، انسانی حقیقت جامعہ کے آئینہ کو ماسوی اللہ کے زنگ سے پاک کرنا بہت ضروری ہے اور اس زنگ کو دور کرنے کا بہترین آلہ سنت پیغمبر ﷺ کا اتباع ہے اس لیے کہ سنت نبوی کی بنیاد ہی نفسانی عادات اور ظلمانی رسوم ورواجات کو دور کرنے اور مٹانے پر استوار ہوئی ہے۔ خوش قسمت ہے وہ شخص جو اس نعمت سے مشرف ہوا اور بدنصیب ہے وہ جو اس دولت سے محروم رہا۔"

مساعی خصوصی

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کی عادت مستمرہ ہے کہ وہ اپنے ہر مخاطب کو شریعت مصطفوی کے اتباع کی تلقین فرماتے ہیں لیکن بہت سے امراء اور ارکانِ سلطنت کے نام جو مکتوبات خصوصی ہیں ان میں آپ کی وہ مساعی خاص ہیں جو آپ نے اکبری اور جہانگیری دور الحاد میں ترویج شریعت اور قیام دین کے سلسلہ میں فرمائیں اور حق تعالیٰ جل شانہ نے وہ تاثیر بخشی کہ دلوں کی دنیا بدل ڈالی اور اسلام کے خزاں رسیدہ چمن میں نئی بہار آگئی۔ اس سلسلہ میں آپ نے جن بلند مراتب امرو ارکان سلطنت کو خطاب کیا، ان میں سے چند قابل ذکر یہ ہیں۔ شیخ فرید بخاری ملقب بمرتضیٰ خاں، خانخاناں، خان جہاں، خان اعظم، مرزا بدیع الزماں، شیخ درویش، قلیج خاں وغیرہم۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موقعہ پر چند مکتوبات شریفہ کے جستہ جستہ فقرات و کلمات طیبہ بھی درج کردیے جائیں تاکہ ناظرین اندازہ لگا سکیں کہ حضرت امام ربانی کا طریق تبلیغ کیسا عجیب اور انداز بیان کس قدر پرتاثیر تھا۔

خان اعظم کو تحریر فرماتے ہیں اور دیکھیے کس طرح اسلام کی زبوں حالی اور کفر کی شوخ زبانیوں اور دست درازیوں کا نقشہ کھینچ کر اس کی غیرت اسلامی کو حرکت میں لاتے ہیں۔

''غربت اسلام تا بحدے رسیدہ است کہ کفار بر ملا طعن اسلام و ذم مسلمانان می نمایند و بے تحاشا اجرائے احکام کفر و مداحی اہل آں در کوچہ و بازار می کنند و مسلمانان از اجرائے احکام اسلام ممنوع اندو دراتیان شرائع مذموم و مطعون...... سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اَلشَّرْعُ تَحْتَ السَّیْفِ گفتہ اند و رونق شرع شریف را بسلاطین وابستہ اند۔ قضیہ منعکس گشتہ است و معاملہ انقلاب پیدا کردہ و احسرتاہ و اندا متاہ و اویلاہ.

امروز وجود شریف شمارا مغتنم می شمریم و مبارز دریں معرکہ ضعیف و شکست خوردہ جز شمارا نمی دانیم...... دریں وقت آں جنون کہ بنائے آں فرط غیرتِ اسلام است۔ درنہاد شما محسوس است۔''

(ترجمہ) اسلام کی کس مپرسی کی حالت اس درجہ پر پہنچ چکی ہے کہ کافر کھلم کھلا اسلام اور مسلمانوں پر اعتراضات اٹھاتے اور ان کی مذمت کرتے رہتے ہیں اور بے کھٹکے کفر کے احکام جاری کر رہے ہیں اور گلی کوچوں میں اہل کفر کی تعریفیں ہو رہی ہیں۔ مسلمان اسلامی احکام پر عمل کرنے سے روک دیے گئے ہیں اور شریعت کے احکام کی تعمیل پر مستحق مذمت ولعن وطعن ہیں۔ سبحان اللہ وبحمدہ شریعت کا فروغ تیغ سلطنت کے سایہ میں ہوا کرتا ہے اور دین کی رونق بادشاہان اسلام کے وجود سے وابستہ ہوتی ہے مگر آج معاملہ بالکل الٹا ہو گیا ہے اور حالت منقلب ہو گئی ہے۔ ہائے افسوس! آہ ندامت! وائے تباہی!!

ہماری نظر میں آج آپ کا وجود شریف غنیمت ہے اور اس شکست خوردہ اور کمزور معرکہ کا مرد مجاہد (جو شکست کو فتح میں بدل سکتا ہے)

ہماری دانست میں آپ کے سوا کوئی نہیں۔ اس وقت وہ دینی جوش و خروش جس کی بنیاد اسلامی غیرت پر استوار ہے آپ کی ذات میں نظر آتی ہے۔

اس کے بعد اس کام کی اہمیت، قدر و منزلت اور عنداللہ اس کی مقبولیت کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"امروز آں روز است کہ عمل قلیل را باجر جزیل باعتنائے تمام قبول می فرمایند سپاہیان در وقت غلبہ اعداء اگر اندک تردد می کنند۔ اعتبار بسیار پیدا می کنند بخلاف در وقت امن و تسکین اعداء۔ و ایں جہاد قولی کہ امروز شمارا میسر شدہ است جہاد اکبر است مغتنم دانید۔"

(ترجمہ) آج وہ دن ہے کہ تھوڑے سے عمل کو بڑا اجر دے کر برغبت تمام قبول کیا جاتا ہے۔ اگر سپاہی، دشمن کے حملہ اور غلبہ کے وقت تھوڑی سی کوشش بھی کرتے ہیں تو وہ بہت بڑی سمجھی جاتی ہے۔ یہ بات امن و امان اور دشمن کے سکون کے زمانہ میں حاصل نہیں ہوتی اور یہ قولی جہاد جس کی توفیق آج کل آپ کو حاصل ہے جہاد اکبر کا درجہ رکھتا ہے۔ اسے بہت غنیمت سمجھیں۔

اس کے بعد صاف طور سے اظہار مدعا فرماتے ہیں:۔

"ملتمس آنست کہ چوں حق سبحانہ بہ برکت محبت شما باکابرایں خانوادۂ بزرگ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم سخن شمارا تاثیرے بخشیدہ است و عظمت مسلمانی شمار در نظرا قران ظاہر گشتہ سعی فرمایند کہ لا اقل احکام کبیرہ اہل کفر کہ در اہل اسلام شیوعے پیدا کردہ اند منہدم و مندرس گروند...... در سلطنت پیشین عنادے بدین مصطفوی علیہ الصلوٰۃ والسلام مفہوم می شد۔

و دریں سلطنت ظاہراً آن عناد نیست اگر ہست از عدم علم است، ترس آن است کہ مبادا انجام کار بعناد انجامد و معاملہ بر مسلماناں تنگ تر اُفتد۔"

(ترجمہ) مدعا یہ ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس خاندان بزرگ

(نقشبندیہ) کے اکابر سے محبت رکھنے کی برکت سے آپ کی بات میں ایک خاص تاثیر رکھی ہے اور آپ کی اسلامی عظمت شان بھی ہمسروں کی نظر میں نمایاں ہے۔ اس لیے کوشش کریں کہ کافروں کے بڑے بڑے احکام (کفریہ طریقے) جو مسلمانوں میں رائج ہو گئے ہیں کم از کم وہی نیست و نابود ہو جائیں۔ پچھلی سلطنت (اکبری) میں دین مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ بغض و عناد نظر آتا تھا اور اس (جہانگیری) سلطنت میں بظاہر اس قسم کا بغض و عناد نہیں ہے اگر کچھ ہے تو وہ لاعلمی کی وجہ سے ہے۔ خوف یہ ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہاں بھی معاملہ عناد و خصومت تک جا پہنچے، اور مسلمانوں پر زندگی دشوار ہو جائے۔

یہ ہے آپ کی تبلیغ و تحریک کا مجددی اسلوب! کس حکمت و موعظت کے ساتھ، کس حوصلہ افزائی اور ہمت بخشی کے ساتھ اور کس سوز و درد میں ڈوبے ہوئے بیان کے ساتھ مسلمانوں کی پستی و ذلت اور کفر کی چیرہ دستی کا نقشہ کھینچا ہے، ادنیٰ عمل کی مقبولیت کا یقین دلا کر کیسے دلنشیں انداز میں قولی و عملی جہاد کی ترغیب دی ہے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

شیخ سید فرید بخاری ملقب بمرتضی خاں سادات میں سے ہے اور عہد جہانگیری کے ممتاز امرا میں شامل ہیں حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ سے متوسل ہیں اور حضرت خواجہ کے بعد حضرت امام ربانی قدس سرہٗ سے بھی مستفیض ہوئے حضرت مجدد صاحب قدس سرہٗ نے ترویج شریعت کے اس بابرکت جہاد میں ان سے بڑا کام لیا۔ بے شمار مکتوبات ان کو تحریر فرمائے، ایک مکتوب میں یوں خطاب فرماتے ہیں۔

ازحق سبحانہٗ تعالیٰ خواستہ می آید کہ بتوسل وجود شریف آں سلالہ عظام ارکان شریعت غرا و احکام ملت زہرا قوت گیرند و رواج پذیرند......

امروز غرباء اہل اسلام را دریں طور گرداب ضلالت امید نجات ہم از سفینہ اہل بیت خیر البشر است علیہ و علی آلہ من الصلوات اتمہا ومن التحیات و التسلیمات اکملہا قال علیہ الصلوٰۃ والسلام مثل اہل بیتی کمثل سفینۃ نوح من رکبہا نجا ومن تخلف عنہا ہلک. ہمت علیاء اہتمام بران گمارند کہ ایں سعادت

عظمیٰ رابدست آرند بعنایۃ اللہ سبحانہ، از قسم جاہ و جلال و عظمت و شوکت ہمہ میسر است باوجود شرف ذاتی اگر ایں علاوہ بآن منضم شود گوئے سبقت بچوگان سعادت از ہمہ پیش بردہ باشند ایں حقیر بارادۂ اظہار امثال ایں سخناں درتائید و ترویج شریعت حقہ متوجہ خدمت ایشاں است۔ (مکتوب نمبر ۵۱ دفتر اول)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کے وجود شریف کے ذریعہ سے مصطفیٰ ﷺ کی روشن شریعت کے ارکان مضبوط ہوں اور رواج پائیں آج بے کس مسلمانوں کے لیے اس گمراہی کے بھنور سے نجات کی امید بس اہل بیت خیرالبشر ﷺ کی کشتی سے ہی ہو سکتی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ میرے اہل بیت کی مثال حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کے مانند ہے جو اس میں سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جو اس سے پھرا وہ ہلاک ہوا (شیخ فریدؒ سادات میں سے ہیں کشتی اہل بیت سے یہاں ان کی ذات مراد ہے) اپنی ہمت بلند پوری طرح ادھر لگا دیں کہ یہ عظیم سعادت (ترویج شریعت) آپ کے ہاتھ آ جائے خدا کے فضل سے جاہ وجلال اور شوکت و عظمت ہر قسم کی آپ کو حاصل ہے شرف ذاتی کے ساتھ ترویج شریعت کی فضیلت اس کے ساتھ اور شامل ہو جائے تو آپ اپنے تمام ہمسروں سے بازی لے جائیں گے۔ فقیر اسی قسم کی باتیں تائید وترویج شریعت حقہ کے بارے میں ظاہر کرنے کے لیے آپ کی خدمت میں عنقریب پہنچ رہا ہے۔

یہ چند حوالے سرسری اندازہ کرنے کے لیے مکتوبات کے دفتر اول سے نقل کر دیے گئے ہیں مکتوبات شریفہ کے تینوں دفتروں میں اس قسم کے بے شمار خطوط ہیں جو امراء و اعیان کے علاوہ اپنے خلفاء و مسترشدین کے نام تحریر فرمائے گئے ہیں۔ حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے اپنے طریقہ پاک کی بنیاد ہی اتباع شریعت کو قرار دیا، احوال والوان و انوار و تجلیات وغیرہا کو اطفال طریقہ کی تربیت کے ایک وسیلہ سے زیادہ وقعت نہیں دی بلکہ مقصود

اصلی کے مقابلہ میں ان کو لہو ولعب میں شمار فرمایا (رقص وسرود وجد وحال وسماع آپ کی نظر میں سب لہو ولعب ہے)

ایک طویل مکتوب میں جو حضرت خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ کے صاحبزادگان کے نام ہے نغمہ وسرود کی ممانعت کے سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں:-

آیات واحادیث وروایات فقہیہ درحرمت غنا بسیار است بحدے کہ احصامی آں حتراست مع ذلک اگر شخصے حدیث منسوخ یا روایت شاذہ رادر اباحت سرود بیارد اعتبار نہ باید کرد زیرا کہ ہیچ فقیہے در ہیچ وقتے و زمانے فتوے باباحت سرود نداده است و رقص و پاکوبی را مجوز نداشتہ چنانکہ در ملتقط رسالہ امام ہمام ضیاء الدین شامی مذکور است وعمل صوفیہ درحل وحرمت سند نیست ہمیں بس است کہ ما ایشاں رامعذور داریم و ملامت نہ کنیم ...... اینجا قول امام ابی حنیفہ وامام ابی یوسف وامام محمد معتبر است نہ عمل ابی بکر شبلی وابی حسن نوریؒ۔ صوفیان خام ایں وقت عمل پیرانِ خود را بہانہ ساختہ سرود ورقص را دین وملت خود گرفتہ اند و طاعت و عبادت ساختہ...... اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَھُمْ لَھْوًا وَّ لَعِبًا...... لِلّٰہ سبحانہ الحمد والمنۃ کہ پیران ما بایں امر مبتلا نہ شدند و ما متبعان را از تقلید ایں امر رہا نیدند۔ شنیدہ می شود کہ مخدوم زادہا میل بسرود دارند ومجلس سرود وقصیدہ خوانی در شب ہائے جمعہ منعقدی سازند و اکثر یاران درین امر موافقت می نمایند۔ عجب ہزار عجب! مریدانِ سلاسل دیگر عمل پیرانِ خود را بہانہ ساختہ ارتکاب ایں امری نمایند وحرمت شرعی رابعمل پیران دفع می کنند اگرچہ فی الحقیقت دریں امر محقق نباشند۔ یاران دریں ارتکاب چہ معذرت خواہند فرمود حرمت شرعی یک طرف و مخالفت...... پیران خود یک طرف۔ نہ اہل شریعت ازیں فعل راضی اندونہ اہل طریقت۔ (مکتوب نمبر ۲۶۶ دفتر اوّل)

(ترجمہ) آیتیں، حدیثیں اور فقہی روایات نغمہ وسرود (قوالی) کی

حرمت کے بارے میں اس قدر ہیں کہ ان سب کو ایک جگہ جمع کر دینا دشوار ہے۔ ان کے باوجود اگر کوئی شخص کوئی منسوخ حدیث یا شاذ روایت نغمہ و سرود کے جواز کے لیے پیش کرے تو اس کا اعتبار نہ کرنا چاہیے اس لیے کہ کسی فقیہ نے کسی بھی زمانہ میں اس کے جواز کا فتویٰ نہیں دیا اور رقص و پاکوبی کو جائز نہیں رکھا جیسا کہ امام شافعی کی ملتقط میں مذکور ہے۔ صوفیہ کا عمل حلال و حرام کے سلسلہ میں سند نہیں۔ صرف اتنا ہی کافی ہے کہ ہم ان کو معذور سمجھیں اور ملامت نہ کریں۔ شریعت کے احکام میں امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول معتبر ہے۔ ابوبکر شبلی اور ابوحسن نوری کا عمل نہیں۔ اس عہد کے ناپختہ صوفیوں نے اپنے پیروں کے عمل کو بہانہ بنا کر رقص و سرود کو اپنا دین و مذہب بنا لیا ہے اور عبادت و طاعت سمجھ رکھا ہے۔" یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنا دین لہو ولعب کو بنا لیا ہے۔ خدا کا شکر و احسان ہے کہ ہمارے پیرانِ کبار اس چیز میں مبتلا نہیں ہوئے اور ہم مریدوں کو اس چیزوں کی تقلید سے چھڑا دیا۔ سننے میں آیا ہے کہ اس چیزوں کی تقلید سے چھڑا دیا۔ سننے میں آیا ہے کہ حضرات مخدوم زادگان نغمہ و سرود کا شوق رکھتے ہیں اور جمعرات کو قصیدہ خوانی اور نغمہ و سرود کی مجلسیں منعقد فرماتے ہیں اور بیشتر متقدین ان میں شریک ہوتے ہیں۔ عجب ہزار عجب! دوسرے سلاسل کے مریدین اپنے پیروں کے عمل کا بہانہ بنا کر اس چیز کا ارتکاب کرتے ہیں اور شرعی حرمت کو پیروں کے عمل سے دور کرتے ہیں اگرچہ درحقیقت وہ اس معاملہ میں حق بجانب نہیں ہیں مگر ہمارے سلسلہ کے اصحاب اس ارتکاب کا کیا عذر پیش کریں گے، شرعی حرمت الگ ہے اور اپنے پیروں کے طریق کی مخالفت الگ نہ اہل شریعت اس عمل سے راضی ہیں اور نہ ہمارے اہل طریقت۔

یہ مکتوب گرامی تقریباً ۷ صفحات پر مشتمل ہے۔ عقائد اہل السنت والجماعۃ کی

تفصیل، مذاہب فلاسفہ کا ابطال، اغلاط صوفیہ کی تصحیح اور کیفیت نماز کی تشریح عجیب دلپذیر انداز بیان اور ٹھوس دلائل کے ساتھ کی گئی ہے۔ مقصود سیر وسلوک پر روشنی ڈالتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں۔

بعد از تحصیل دو جناح اعتقادی و عملی اگر توفیق ایزدی جل سلطانہ رہنموئی فرماید۔ سلوک طریقہ علیہ صوفیہ است نہ از برائے آن غرض کہ شے زائد ازان اعتقاد و عمل حاصل کنند وامر مجدد بدست آرند بلکہ مقصود آن است کی نسبت بمعتقدات یقینے واطمینانے حاصل کنند کہ ہرگز بہ تشکیک مشکک زائل نگردد...... اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ونسبت باعمال یسرے وسہولتے حاصل کنند وکسل وسرکشی کہ از امارہ ناشی می شود زائل گردانند وایضا مقصود از سلوک طریقہ صوفیہ نہ آن است کہ صور واشکال غیبی را مشاہدہ نمایند وانوار والوان را معائنہ کنند این خود داخل لہو ولعب است صور وانوار حسی چہ نقصان دارد کہ کسے آنہا را گذاشتہ بریاضیات ومجاہدات تمنائے صور وانوار غیبی نماید چہ این صور وآں صور واین انوار وآن انوار ہمہ مخلوق حق اند جل وعلا واز آیات دالہ بر وجود او تعالیٰ۔ (مکتوب نمبر ۲۶۶ دفتر اول)

(ترجمہ) اعتقاد صحیح اور عمل درست دو بازو ہیں ان کو حاصل کر لینے کے بعد توفیق خداوندی رفیق ہو تو صوفیہ کے طریقہ پر چلنا چاہیے اس سلوک کا مقصد یہ نہیں کہ اس سابق اعتقاد و عمل سے زائد کوئی چیز یا کوئی نئی بات حاصل ہوگی بلکہ مقصود یہ ہوتا ہے کہ ان معتقدات کے بارے میں ایسا یقین اور اطمینان قلبی حاصل ہو جائے جو کسی شک انداز کی شک اندازی سے ہرگز زائل نہ ہونے پائے۔ "بے شک اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو اطمینان ہوتا ہے" نیز مقصد سلوک یہ ہے کہ اعمال شرعیہ کیبجا آوری میں سہولت وآسانی پیدا ہو جائے اور سستی وکاہلی جو نفس امارہ کی طرف سے پیدا ہوتی ہے جاتی رہے نیز طریقہ صوفیہ پر گامزن ہونے کا مقصد یہ نہیں ہے کہ کچھ غیبی شکلیں اور انوار وتجلیات رنگ برنگ نظر آئیں یہ چیزیں تو لہو ولعب میں داخل ہیں۔ ظاہری اور حسی صورتوں اور انوار میں کونسی کمی ہے کہ ایک شخص ان کو چھوڑ کر ریاضتوں اور مجاہدوں کے بعد غیبی صورتوں اور روشنی دیکھنے کی تمنا کرے اس لیے کہ حسی اور غیبی صورتیں اور شکلیں اور حسی اور غیبی انوار وتجلیات سب اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ ہیں اور وہ اس کے وجود پر دلالت کرنے والے صرف نشانات ہیں (خود مقصود نہیں مقصود خدا ہے)

مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی کے ہرسہ دفاتر کے مطالعہ سے ناظر منصف اندازہ لگا سکتا ہے کہ آنحضرتؒ کا دور کیسا پر آشوب تھا اور ایسے پرفتن زمانہ میں ترویج شریعت، ابطال فرق باطلہ تصحیح عقائد ملت اور سلوک طریقہ صوفیہ کی صحیح سمت کا تعین کتنا مشکل کام تھا۔ پورے دور کے علماء صوفیہ اور اکابر دین پر نظر دوڑایئے تو صرف ایک ہستی حضرت مجددؒ کی نظر آتی ہے جو فرقہ ہائے باطل کی تردید میں بھی پیش پیش ہے، حکومت کے ملحدانہ نظریات و اعمال کی اصلاح میں بھی سرگرم ہے اور صوفیہ خام کی پھیلائی ہوئی غلطیوں اور بداعتقادیوں کو دور کر کے تصوف اسلامی کی صحیح روح کو بروئے کار لانے کے لیے بھی کوشاں ہے، یوں نظر آتا ہے کہ تن تنہا اسلام کا ایک سپاہی ہے جو مختلف محاذوں پر بڑی بڑی فوجوں سے ٹکرا رہا ہے اور بتائید خداوندیہ مملکتوں کی مملکتیں تسخیر کرتا چلا جا رہا ہے۔ جزاہ اللہ عنا وعن سائر المسلمین.

ابتلائے قید و بند

حضرت امام ربانیؒ کو اللہ تعالیٰ نے جس منصب پر فائز فرمایا تھا اس کا تقاضا تھا کہ آپ عواقب سے بے فکر ہو کر خدا اور خدا کے رسول ﷺ کے احکام کو سربلند کریں اس راہ میں جو تکلیفیں، مصیبتیں اور ناگوار صورتیں پیش آئیں ان کو رسول ﷺ کے اسوۂ حسنہ کا اتباع کرتے ہوئے خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت فرمائیں اور اپنے فرض منصبی کی ادائیگی میں سرمو فرق نہ آنے دیں چنانچہ حضرت مجدد قدس سرہٗ نے یہ فریضہ بوجہ احسن انجام دیا اور مخالفوں کو عقل و استدلال کے محاذ پر بھی شکست فاش دی۔

جب باطل طاقتوں نے دیکھا کہ وہ عقلی و استدلال کے محاذ پر شکست کھا چکی ہیں تو انھوں نے وہی سازش کی جو قریش مکہ نے (جب وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تبلیغ اسلام کے کام کو روکنے میں کامیاب نہ ہو سکے) کی تھی، وہاں قریش کے دارالندوہ میں شیطان نے بصورت شیخ نجد آ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے (خاک بدہن اعدا) اس کا مشورہ تھا تو یہاں جہانگیر کے دارالخدعہ میں اعداء اصحاب رسول پاک ﷺ کے رنگ میں آ کر اسی دشمن قدیم نے جانشین نبی علیہ السلام یعنی حضرت مجدد الف ثانیؒ کی رگِ حیات قطع کرنے کے لیے منصوبہ بنایا۔ ظاہر تھا کہ اگر کسی گروہ کے عقائد و خیالات کے خلاف حضرت مجددؒ کی جدوجہد کو سامنے رکھ کر کوئی الزام تراشا جاتا تو عام مسلمانان ہند بھی اس کا پوری

طرح ساتھ نہ دیتے اور خود پادشاہ وقت بھی اس قدر برہم نہ ہوسکتا تھا کہ درپے آزار ہو جائے اور قتل کا فرمان جاری کرسکے اس لیے ایک دام ہمرنگ زمین بچھایا گیا لیکن کرنا خدا کا کہ اس میں بھی بجائے صید کے خود صیاد آ گیا۔

اس واقعہ کی تفصیل بڑی طولانی ہے۔ عام تذکرہ نویسوں نے غالباً اس وقت کی مصلحتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس موضوع پر بڑے اختصار سے لکھا ہے۔ خود امام ربانیؒ اور آنحضرت ﷺ کے صاحبزادگان رحمہم اللہ بھی اس طرف اشارات فرما جاتے ہیں۔ تفصیلات میں نہیں جاتے کیونکہ ان کی نظر میں تو یہ واقعہ ایک خداوندی انعام تھا جو بصورت ایلام (مصیبت) نمودار ہوا تھا۔ اس کا شکر ادا کرتے تھے۔ حرف شکایت سے زبان کو آشنا نہ ہونے دیتے تھے۔

صاحب خزینۃ الاصفیاء نے قدرے تفصیل سے کام لیا ہے اور جو عناصر درپردہ کام کر رہے تھے ان کے چہروں سے نقاب کشائی کی ہے۔ ہم یہاں اس کا اردو ترجمہ نقل کرتے ہیں۔ (خزینۃ الاصفیاء ص ۵۷۸، ص ۵۷۹)

> ”چونکہ بادشاہ نورالدین جہانگیر کے عہد میں دربار شاہی کے اندر نور جہاں کے بااختیار ہونے کی وجہ سے اہل تشیع کا بہت دخل تھا اور حضرت مجددؒ نے اس گروہ کے عقائد و خیالات کی تردید میں متعدد خطوط اور رسالے تصنیف فرمائے تھے اس لیے یہ لوگ آپ کے جانی دشمن ہو گئے تھے۔ موقع کی تاک میں تھے (اور کسی ایسے الزام کی تلاش میں لگے ہوئے تھے جس سے اہل تسنن کو بھی دھوکا دیا جا سکے اور بادشاہ جو پشتوں سے سنی المذہب چلا آ رہا تھا اس کے مزاج کو بھی برہم کیا جا سکے)

اس لیے آپ کے مکتوبات میں سے گیارھویں مکتوب[1] کی مندرجہ ذیل عبارت کو اپنی کاربراری کے لیے انتخاب کیا اور حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے منشاء و مراد کے خلاف اس

---

[1] حضرت امام ربانیؒ نے یہ مکتوب حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی ہدایت پر لکھا ہے۔ آپ کو ہدایت کی تھی کہ ان مقامات مکشوفہ پر پھر توجہ کریں اور ان مقامات کی تفصیل فرمائیں چنانچہ خود امام ربانیؒ فرماتے ہیں ”چوں از جانب ایشاں مامور بود امتثالاً للامر در بعضے امور جرأت و گستاخی نمود والا ع من ہماں احمد پارینہ کہ ہستم ہستم۔“

کے معنی تصنیف کیے۔ عبارت مکتوب شریف یہ ہے۔

بعد از توجہ بہ نیاز و شکستگی چوں بمقام فوق آں مقام سابق رسیدہ شد معلوم شد کہ ایں مقام حضرت ذی النورین است و خلفائے دیگر را در آں مقام عبورے واقع است و ایں مقام ہم مقام تکمیل و ارشاد است وہمچنیں دو مقام فوق ہم کہ اکنوں مذکور می شوند۔

و بالائے آں مقام مقام دیگر در نظر آمد چوں بآں مقام رسیدہ شد معلوم گشت کہ آں مقام حضرت فاروق است و خلفائے دیگر راہم در آنجا عبورے واقع شدہ است و فوق آں مقام مقام حضرت صدیق اکبر ظاہر شد رضی اللہ عنہم اجمعین بآن مقام نیز رسیدہ شد و از مشائخ خود حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس را در ہر مقامے باخود ہمراہ می یافت۔ وخلفائے دیگر راہم درآن مقام عبورے واقع شدہ است تفاوت نیست الا در عبور و مقام و مرور و ثبات و بالائے آن مقام ہیچ مقام مفہوم نمی شود الا مقام حضرت رسالت خاتمیت علیہ من الصلوات اتمہا و من التحیات اکملہا۔

ومحاذی مقام حضرت صدیق ؓ مقامے دیگر نورانی بس شگرف کہ ہرگز مثل آں در نظر نیامدہ بود ظاہر شد و اند کے ازاں مقام ارتفاع داشت چنانکہ صفہ را از روئے زمین بلندی سازند۔

ومعلوم شد کہ آں مقام مقام محبوبیت است و آں مقام رنگین و منقش بود۔ خود راہم بانعکاس آں مقام رنگین و منقش یافت بعد ازاں بہماں کیفیت خود را لطیف یافت و در رنگ ہوا یا قطعہ ابر در آفاق منتشر دید و بعضے اطراف را در گرفت وحضرت خواجہ بزرگ در مقام صدیق اند رضی اللہ تعالیٰ عنہما خود را در مقام محاذی آں می یابد بکیفیتے کہ معروض داشت۔

(ترجمہ) (عروجات کے سلسلہ میں فرماتے ہیں) کہ بہت عاجزی و نیاز مندی کے ساتھ توجہ کرنے کے بعد جب اس سابق مقام سے

اوپر کے مقام پر پہنچنا ہوا تو معلوم ہوا کہ یہ حضرت عثمان ذوالنورینؓ کا مقام ہے اور دوسرے خلفاء کا بھی اس مقام سے گزر ہوا ہے اور (ظاہر ہوا کہ) یہ مقام ذی النورین بھی تکمیل وارشاد کا مقام ہے اور اسی طرح اس سے اوپر کے دو مقام بھی جواب ذکر کیے جاتے ہیں۔

حضرت ذی النورین کے مقام سے اوپر ایک اور مقام نظر آیا۔ جب وہاں پہنچنا ہوا تو معلوم ہوا کہ یہ حضرت فاروق ؓ کا مقام ہے اور دوسرے خلفاء کا گزر بھی یہاں ہوا ہے اور اس مقام کے اوپر حضرت صدیق اکبرؓ کا مقام ہے۔ یہاں پہنچنا بھی نصیب ہوا۔ اپنے مشائخ رحمہم اللہ میں سے حضرات خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کو ہر مقام میں اپنے ساتھ موجود پاتا رہا اور اس مقام صدیق اکبرؓ سے دوسرے خلفاء کا عبور بھی ہوا ہے صرف عبور و مقام اور مرور وثبات کا فرق ہے یعنی حضرت صدیق ؓ کو قیام وثبات حاصل ہے اور دوسروں کو عبور و مرور۔ اس مقام سے اوپر سوائے ختم المرسلین ﷺ کے مقام کے اور کوئی مقام متصور نہیں ہوتا ہے۔

ہاں حضرت صدیق کے مقام کے محاذات میں ایک اور مقام ظاہر ہوا کہ کوئی مقام اب تک اتنا نورانی اور عجیب و غریب نظر نہ آیا تھا، اور تھوڑا سا اس مقام (صدیقی) سے اونچا تھا۔ جیسا کہ صحن کی سطح سے دالان کی کرسی اُونچی رکھا کرتے ہیں۔

اور یہ معلوم ہوا کہ یہ مقام مقام محبوبیت ہے۔ وہ مقام رنگین اور منقش تھا۔ بندہ نے خود کو بھی اس مقام کا عکس پڑنے کی وجہ سے رنگین اور منقش پایا پھر اسی کیفیت (انعکاسی) کے ساتھ خود کو لطیف اور ہوا یا بادل کے ٹکڑے کی طرح اطراف عالم میں منتشر دیکھا اور بعض جانبوں کو گھیر لیا (اور اس وقت یہ منظر ہے) کہ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ مقام صدیق میں (عبوری طور پر) ہیں اور بندہ خود کو اس کیفیت (انکاسی) کے ساتھ جو عرض کی اس کے محاذی مقام میں دیکھے

رہا ہے۔

مخالفین نے آخر الذکر خط کشیدہ عبارت کی نزاکتوں اور قیودات کو نظر انداز کر کے اپنی غرض کے مطابق یہ مطلب نکالا کہ حضرت امام ربانیؒ اپنے آپ کو حضرت ابوبکر صدیق ؓ سے بالاتر سمجھتے ہیں اور یہ مکتوب بادشاہ کی نظر سے گزار کرا سے یہ جتایا کہ شیخ احمدؒ اپنے آپ کو حضرت صدیق اکبرؓ سے بھی بہتر اور بالاتر جانتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ میرا مقام حضرت صدیق اکبرؓ سے اونچا ہے۔ یہ سن کر بادشاہ برہم ہو گیا اور شیخ کو اپنے پاس بلا کر اس بارہ میں استفسار کیا۔ حضرت شیخ رحمہ اللہ نے یہ جواب دیا۔

"اگر کوئی شخص حضرت علی مرتضیٰؓ کو صدیق اکبرؓ سے افضل ٹھہرائے تو وہ شخص اہل سنت کے نزدیک اہلسنّت و جماعت سے خارج ہو جاتا ہے اسی طرح اگر صوفیہ کی جماعت میں سے کوئی شخص اپنے آپ کو کتے سے (حالانکہ کتا بدترین مخلوق ہے) بہتر سمجھے تو وہ جماعت صوفیہ سے نکل جاتا ہے۔ پھر یہ کیسے درست ہو سکتا ہے کہ ہم خود کو حضرت صدیق اکبرؓ سے افضل سمجھیں؟ رہا یہ مضمون جو مکتوب میں ذکر کیا گیا ہے۔ وہ فقط ان مقامات سلوک کے عروج و عبور کا بیان ہے جو سالکین کو پیر دستگیر کی توجہ کی برکت سے پیش آتے ہیں۔ صوفیہ کو اس قسم کا عروج ان مقاماتمیں گھڑی بھر کے لیے ہوتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ بادشاہ کے دربار میں نامور امراء اور بااختیار مقربین تورات دن حاضر رہتے ہیں لیکن بادشاہ کسی معمولی سپاہی کو کسی ضرورت سے کسی کام کے لیی اپنے پاس بلا لے اور تھوڑی دیر کو اپنی قربت سے نواز کر اس سے بات چیت کر لے اور کام ختم ہونے کے بعد پھر اس کو اسی جگہ پر جو لشکر میں اس کی مقرر ہے بھیج دے تو محض اتنی سی قربت سے جو اس سپاہی کو دربار شاہی میں حاصل ہو گئی ہے وہ بادشاہ کے دائمی مقربین وزراء و امراء سے ہرگز بہتر اور افضل نہیں ہو سکتا خواہ دم بھر کے لیے (وہ ان کی مخصوص نشستوں سے آگے جا کر) قرب شاہی حاصل کر چکا ہو۔

اسی طرح ہمارا عروج بھی دم بھر کے لیے تھا کہ ہم وہاں سے نکل کر
پھر اپنے اسی پرانے گھر میں جو سرہند کے اندر ہے چلے آئے ہیں
اس کا موقع کہاں؟ کہ ہماری قدر و منزلت اس صاحب مقام یعنی
حضرت صدیق اکبرؓ سے زیادہ ہو جائے اس کے علاوہ میں نے خود
اسی مکتوب میں لکھا ہے کہ:۔

میں نے خود کو اس مقام کے عکس سے رنگین پایا

اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص جو آفتاب کے عکس سے روشن ہو
اس کے متعلق یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ آفتاب کے مقام پر پہنچ سکتا۔
زمین روزانہ آفتاب کے عکس سے منور و رنگین ہوتی ہے مگر کوئی نہیں
کہتا کہ زمین آفتاب کے مقام پر پہنچ گئی۔"

حضرت مجددؒ نے اس قسم کی واضح دلیلوں اور مثالوں سے بادشاہ کی تسلی کر دی
بادشاہ نے بڑے اکرام سے آپ کو رخصت کر دیا۔

دوسری سازش

ان اصلی دشمنوں نے سمجھ لیا کہ وار خالی گیا اور مراد حاصل نہ ہوئی۔ تھوڑے عرصہ کے بعد موقع پا کر پھر بادشاہ سے عرض کیا کہ شیخ احمد نے ایک بہت بڑی جماعت فراہم کر لی ہے لاکھوں جان نثار مریدان کے گرد جمع ہیں۔ عنقریب یہ لوگ کوئی فتنہ برپا کریں گے اور ملک و سلطنت پر متصرف ہونے کی کوشش کریں گے۔ (یہ وہم دل میں ڈال کر) بادشاہ کو اس پر آمادہ کیا کہ بادشاہوں کے لیے سجدۂ تعظیمی جائز ہے اگر شیخ احمد بھی بادشاہ کے حضور میں آ کر سجدۂ تعظیم کر لیں گے تو سمجھا جائے گا کہ وہ بادشاہ کے مخالف نہیں (ورنہ مخالف ہونا کھل جائے گا)

جہانگیر نے پھر حضرت شیخ ؒ کو اپنے پاس بلایا اور سجدۂ تعظیم کا مطالبہ کیا، چونکہ حضرت شیخ ؒ نے اس کی تعمیل نہ کی تو مخالفین نے پھر ہنگامہ آرائی کی اور اسی سابق ذکر کردہ مکتوب کے ساتھ دوسرے مکتوبات کی ایسی عبارتیں شامل کر لیں کہ ظاہر بین لوگوں کی سمجھ وہاں تک نہیں پہنچ سکتی، اور اعتراضات کی بھرمار کر دی۔ خصوصاً مولوی عبدالحق محدث دہلوی

نے بھی (دشمنوں کے ورغلانے میں آ کر) اعتراضات کے خطوط لکھے اور ان کے شافی جواب پائے غرض سب علماء نے درباری امراء کی خاطر داری سے حضرت شیخؒ کے قتل کا فتویٰ دے دیا اور بادشاہ نے (ہوشمندی سے کام لے کر) آنجناب کو قلعہ گوالیار کے قید خانہ میں بند کر دیا۔ حضرت شیخؒ دو سال تک وہاں قید رہے۔

نقل ہے کہ حضرت شیخ احمدؒ نے قید ہونے سے چند ماہ پیشتر اپنے احباب و اصحاب سے فرمایا تھا کہ عنقریب ہم پر کوئی مصیبت نازل ہوگی جو ہمارے مقامات ولایت میں مزید ترقیات کا موجب ہوگی کہ ان مقامات کا حصول بغیر نزول بلا کے ممکن نہیں۔ چنانچہ جب آپ قید خانہ میں پہنچے تو وہاں کئی ہزار کافروں کو جو بادشاہ کی طرف سے قید کیے گئے تھے آپ نے خلعت اسلام پہنا دیا اور سینکڑوں کو اپنی مریدی میں لے کر سرفراز فرمایا اور ولایت کے اعلیٰ مدارج پر پہنچا دیا۔

حضرت شیخؒ نے قید خانہ میں (سختیوں کے باوجود) کبھی بادشاہ کے لیے بددعا نہ کی بلکہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر بادشاہ ہم کو قید نہ کرتا تو اتنے ہزار آدمی جو دینی فوائد سے بہرہ ور ہوئے ہیں محروم رہ جاتے اور ہماری ترقی مقامات بھی جو بلا نازل ہونے پر موقوف تھی حاصل نہ ہوسکتی۔

آپ کے بعض خدام صوفیوں نے اگر چاہا بھی کہ بادشاہ کو (تصرف باطنی یا بددعا سے) نقصان پہنچائیں تو آپ نے ان کو خواب میں آ کر یا بیداری میں بصورت، واقعہ منع کر دیا۔

دو سال کے بعد بادشاہ اپنے کیے پر پشیمان ہوا اور حضرت شیخ کو اپنے پاس بلا کر بڑا اعزاز و اکرام کیا اور معذرت کی، اور خود بھی شیخ کے محبین (مریدین) میں شامل ہو گیا۔ یہاں تک کہ کبھی آپ کو اپنے سے جدا نہ ہونے دیتا تھا اور شاہزادہ خرم (شاہجہان) کو بھی شیخ کے مریدوں کے حلقہ میں داخل کر دیا حتیٰ کہ عہد شاہجہانی اور عالمگیری میں بادشاہ سمیت تمام امراء و وزراء بھی سلسلہ مجددی میں داخل ہوتے رہے۔ (خزینۃ الاصفیاء صفحہ ۵۷۸،۵۷۹)

یہ ہے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کا وہ مقام عالی جس سے حق تعالیٰ نے آپ کو نوازا۔ ظلمت کدۂ ہند جو عقائد کی خرابی، شریعت اسلامی سے بے اعتنائی، طریقت و تصوف کی غلط ترجمانی کرنے والوں کی بے راہ روی سے سخت تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس کا ازالہ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہزار سال کے بعد یہ شمع خورشید ضیاء روشن فرمائی اور علماء

امتی کانبیاء بنی اسرائیل کی زندۂ جاوید مثال قائم فرما کر حضرت مجدد صاحب قدس سرۂ سے وہ ہمہ گیر خدمت تجدید انجام دلائی جو انشاء اللہ تعالیٰ پورے ہزارۂ دوم کے لیے کافی ہے۔ شریعت و طریقت کے بارے میں آپ کی دی ہوئی ہدایات اور آپ کے طریق کار کی پیروی انشاء اللہ تعالیٰ تمام علماء و عوام کے لیے عموماً اور منسلکین طریقہ مجددیہ کے لیے خصوصاً ہدایت، سلامتی ایمان اور فروغ نور ایقان کا موجب ہوگی۔ وَمَا ذٰلِکَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ.

۴۔ تالیفات

حضرت امام ربانی قدس سرۂ نے اگرچہ مکتوبات شریفہ میں اس مسئلہ پر بھرپور روشنی ڈالی ہے، کوئی پہلو مخفی نہیں رہنے دیا۔ مشاجرات صحابہ کی وجہ سے بعض صحابہ کے متعلق جو بدگمانی پیدا کی جارہی تھی وہ پورے طور دور فرما دی ہے۔ اس لحاظ سے آپ کا ہر مکتوب اس موضوع پر ایک رسالہ اور کتاب تصور کیا جا سکتا ہے لیکن چونکہ اہل تشیع نے علماء ماوراء النہر کے جواب میں ایک رسالہ مرتب کیا تھا اور ہندوستان آنے والے شیعہ اس کی تشہیر و ترویج کر رہے تھے۔ دوسری طرف دربار جہانگیری کے بعض امراء، نور جہاں اور ان کے ہمنوا تبلیغ شیعیت میں منہمک تھے۔ بعض جاہ طلب سنی علماء و صوفیہ مثلاً خاندان شیخ مبارک بھی اس نامبارک سعی میں لگا ہوا تھا اور مداہنت سے کام لیتا تھا جس کا نتیجہ یہ تھا کہ بعض اصحاب کرام کا یہ شجرۂ خبیثہ تقویت پاتا اور شاخ و برگ نکالتا جارہا تھا اس لیے حضرت امام ربانی کی رگ فاروقیت جوش میں آئی اور مجالس مناظرہ و مکالمہ اور مکاتیب کی ترتیب سے ایک قدم آگے بڑھایا اور ایک مستقل رسالہ تصنیف فرمایا جس میں علماء اہلسنت کے دلائل کی تائید فرمائی اور اہل تشیع کے پادر ہوا اعتراضات کے مسکت جوابات قلمبند فرما دیے۔ فجزاہ اللہ خیر الجزاء.

اس رسالہ کا مروجہ نام رسالہ رد روافض ہے لیکن حقیقت میں یہ رسالہ تائید مذہب اہل السنۃ اور اہل بیت رسول پاک ﷺ کے مناقب اور صفات جمیلہ اور مقامات رفیعہ کے بیان میں اپنی نظیر نہیں رکھتا اس لیے ادارۂ سعدیہ مجددیہ نے پہلے اصل فارسی رسالہ ”تائید مذہب اہل السنۃ“ کے نام سے شائع کیا۔ اہل تشیع سے بے جا پرخاش اور ناروا تعصب اس رسالہ کا موضوع نہیں۔ بلکہ احقاق حق، تصحیح و اصلاح عقائد اور تمام اصحاب رسول اللہ ﷺ

سے صدق دلانہ عقیدت ومحبت رکھنا اس رسالہ کا اصل موضوع ہے۔

امید ہے کہ ناظرین کرام جب ٹھنڈے دِل کے ساتھ افراط وتفریط سے بالاتر ہو کر اس کا مطالعہ فرمائیں گے تو مندرجات رسالہ کو حق اور درست پائیں گے اور عجب نہیں کہ اس کیمطالعہ کی برکت سے کچھ لوگوں کو ہدایت نصیب ہو جائے اور بغض اصحاب نبی ﷺ سے توبہ کی توفیق میسر ہو جائے۔

اَللّٰهُمَّ اهْدِهِمْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ مَقَامَ نَبِيِّکَ وَاَصْحَابِهٖ.

اب اس رسالہ کا اردو ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے جس کے مطالعہ سے انشاء اللہ تعالیٰ ان حضرات کو جو فارسی سے ناواقف ہیں۔ بے شمار فوائد حاصل ہوں گے۔ تصحیح عقائد کے مواقع ہاتھ آئیں گے اور عقائد باطلہ کی تردید کے دلائل قطعیہ معلوم ہوں گے۔

اللّٰهم تقبله منا كما تقبلت اصله من مجدّد دينك شيخنا و مولانا الامام الربانى المجدّد للالف الثانى الشيخ احمد الفاروقى السرهندى رحمه اللّٰه تعالىٰ و رضى عنه و اخر دعوٰنا ان الحمد للّٰه رب العالمين و الصلوٰة والسلام علىٰ خير خلقه محمد و اٰله و اصحابه اجمعين.

احقر العباد

محمد محبوب الٰہی عفی عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ[1] لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ وَمُبَارَكًا عَلَيْهِ كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَيَرْضٰى وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ اَكْرَمِ الْبَشَرِ الْمَبْعُوْثِ اِلَى الْاَسْوَدِ وَ الْاَحْمَرِ كَمَا يُنَاسِبُ لِعُلُوِّ شَانِهٖ وَيَحْرِیْ وَ عَلٰى خُلَفَائِهِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ وَذُرِّيَّتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ وَسَائِرِ اَصْحَابِهِ الْمَرْضِيِّيْنَ كَمَا يَلِيْقُ بِمَرَاتِبِهِمُ الْعُظْمٰى وَدَرَجَاتِهِمِ الْعُلْيَا.

اَمَّا بَعْدُ

خدائے واحد و بے نیاز کی رحمتوں کا حاجت مند اور علماء اہلسنت و جماعت کا خادم احمد بن عبدالاحد جو بلحاظ نسب فاروقی عمری ہے اور باعتبار والدت و وطنیت سرہندی اور بحثیت ملت و مسلک حنفی، عرض کرتا ہے کہ

حالت ہندوستان ابتدائے اسلام میں!

ملک ہندوستان اگرچہ اسلام قبول کرنے میں تمام ممالک اسلامیہ سے متاخر ہے اور صحابہ کرامؓ میں سے کوئی صحابی اس ملک میں رونق افروز نہیں ہوئے لیکن جب سے یہاں اسلام نمودار ہوا، شاہانِ اسلام کے قدم جمے اور صوفیانِ کرام اور اولیاء عظام مختلف اطراف

---

[1] ترجمہ: خدائے تعالیٰ کے لیے حمد، حمد کثیر، پاکیزہ، بابرکت ظاہری و باطنی اور جس طرح کی اور جس قدر ہمارا رب چاہے اور پسند کرے اور ہمارے سردار محمد مصطفیٰ ﷺ پر درود و رحمت جو عالم بشریت میں سب سے افضل اور سرخ و سیاہ سب نسلوں کی طرف مبعوث ہیں، ایسا درود جو ان کی شان برتر کے لیے موزوں ہو اور ان کی رشد و ہدایت والے خلفاء پر، ان کی ذریت اور ان کے اہل بیت پر جو پاک و پاکیزہ ہستیاں تھیں اور تمام بقیہ خدا کے پسندیدہ اور ہدایت یافتہ صحابہ پر ایسی رحمت جو ان کے بلند مرتبوں و برتر درجوں کے لائق ہو۔

سے یہاں تشریف لائے ہیں، اس وقت سے یہاں دینی آثار کی ترقی اور اسلامی جھنڈوں کی سربلندی میں برابر اضافہ ہوتا رہا، اور دوسرے تمام ممالک پر نہ صرف ایک لحاظ سے بلکہ مختلف اعتبارات سے اس ملک کو افضلیت و برتری حاصل رہی کیونکہ یہاں کے تمام مسلمان باشندے، اہل سنت و جماعت کے سچے اور پکے عقیدہ پر پختگی سے قائم تھے اور اہل بدعت و ضلالت کا یہاں نام ونشان تک نہ تھا۔ سب کا پسندیدہ طریقہ مسلک حنفی تھا۔ حتی کہ شافعی یا حنبلی مسلک رکھنے والا ایک شخص بھی ڈھونڈے نہ ملتا تھا۔ اگرچہ (حنفیت کے علاوہ) یہ مذاہب فقہ بھی حق ہیں لیکن (بعض امور میں لچک کی وجہ سے) اہل بدعت اور ہوا پرستوں کے لیے پناہگاہ ہو سکتے ہیں۔ خواجہ خسرو علیہ الرحمہ ہندوستان کے بارے میں فرماتے ہیں:۔

مثنوی

خوشا ہندوستانِ رونقِ دین
شریعت را کمال عز و تمکیں!
زبردستانِ ہندو گشتہ پامال
فرودستاں ہمہ در دادنِ مال
بدین عزت شدہ اسلام منصور
بداں خواری سرانِ کفر مقہور
بذمت گر نبودے رخصت شرع
نماندے نام ہندو ز اصل تافرع
ز غزنین تالب دریا دریں باب!
ہمہ اسلام بینی بریکے آب
نہ ترسائی کہ از نا ترس کاری
نہد بربندہ داغِ کردگاری
نہ از جنس جھودان جنگ و جوریت
کہ از قرآں برد دعوئی بہ توریت
نہ منع کر طاعت آتش شود شاد

وزو باصد زباں آتش بفریاد
مسلمانانِ نعمانی روش خاص
زدل ہر چار آئین را باخلاص
نہ کیں باشافعی نے مہر بازید
جماعت را و سنت را بجاں صید
نہ اہل اعتالی کز فن سوم!
ز دیدار خدا گردید محروم
نہ رفضے تارسد زاں مذہب بد
جفائے بر وفا دارانِ احمد ﷺ
نہ آں سگ خارجی کز کینہ سازی
کند باشیر حق روباہ بازی!
زہے ملک مسلماں خیز و دین جو
کہ ماہی نیز سنی خیزد از جو

ترجمہ

۱۔ کیا خوب ہے ملک ہندوستان! دین کی رونق، شریعت کا عز و وقار۔

۲۔ غیر مسلموں کا بالادست طبقہ پامال، پست طبقہ ذمی بن کر خراج دینے میں مصروف ہے۔

۳۔ جہاں اسلام کو بڑی عزت و نصرت حاصل ہے، کفر کے کرتا دھرتا ذلیل و خوار ہیں۔

۴۔ ذمی بنانے کی اگر شریعت اسلام میں اجازت نہ ہوتی تو غیر مسلم کا نام بیخ و بن سے مٹ جاتا۔

۵۔ غزنین سے لے کر دریا کے کنارہ تک (یا پنجاب کے دریاؤں تک) اس معاملہ میں تم اسلام کی یکساں آب و تاب دیکھو گے۔

۶۔ نہ عیسائیوں کا نام و نشاں ہے جو ناخدا[1] ترسی سے خدا کے بندے (عیسیٰ علیہ

---

[1] نسخہ فارسی میں "از ماترس کاری" سمجھتے ہوئے فٹ نوٹ لکھا گیا ہے بعد میں متنبہ ہوا نسخہ مخطوط میں نقطے محذوف ہونے کی وجہ سے اشتباہ ہو گیا تھا۔ محبوب الٰہی عفی عنہ۔

السلام) پر خدا ہونے کا الزام لگاتے ہیں۔

۷۔ نہ یہاں ان یہودیوں کی طرف سے کوئی جنگ اور ظلم وستم ہے جو قرآنی احکام سے توریت کی طرف فریاد لے کر جاتے ہیں۔

۸۔ نہ کوئی آتش[1] پرست ہے جو آگ کی پرستش سے خوش ہوتے ہیں اور آگ سو سو زبان سے ان سے فریاد کرتی ہے۔

۹۔ سب لوگ خاص حنفی روش کے پابند ہیں اور چاروں فقہی مسلکوں (حنفی، شافعی، حنبلی اور مالکی) کے ساتھ دل سے اخلاص رکھتے ہیں۔

۱۰۔ نہ شافعی سے کوئی بَیر ہے نہ زید سے (بے وجہ) دوستی! سب عقیدۂ اہلسنت و جماعت کے جان ودل سے شیدائی ہیں۔

۱۱۔ نہ یہاں کوئی معتزلی ہے جو اپنے منحوس فن (عقائد اعتزال) کی وجہ سے خود دیدار خداوندی سے محروم ہوا اور دوسروں کو محروم بنایا۔

۱۲۔ نہ یہاں کوئی رافضی ہے کہ اس غلط مذہب سے احمد مصطفیٰ ﷺ کے وفاداروں (صحابہؓ) کو اذیت پہنچے۔

۱۳۔ نہ یہاں کوئی سگ خصلت خارجی ہے جو اپنی کینہ پروری کی وجہ سے شیر خدا کے مقابلہ پر روباہ بازیاں کیا کرتا ہے۔

۱۴۔ ہندوستان کا کیا کہنا، جہاں دین کے طلب گار مسلمان پیدا ہوتے ہیں بلکہ ندی نالوں سے مچھلیاں تک سنی بن کر نکلتی ہیں۔

ہندوستان میں شیعوں کا آنا

تقریباً پانچ سو سال تک ہندوستان اسی طرح پاک وصاف رہا یہاں تک کہ خاقانِ اعظم عبداللہ خان اوزبک کے زمانہ اقتدار میں شیعہ جو ایران وخراسان میں غلبہ پا کر فتنہ وفساد پھیلایا کرتے تھے، ان میں سے بعض قتل ہوئے اور بعض جلاوطن ہو کر ہندوستان میں داخل ہوئے اور یہاں کے امرا وسلاطین سے تقرب حاصل کر کے انھوں نے بعض نادانوں کو اپنے بناوٹی اور بظاہر خوشنما دلائل اور مغالطوں سے گمراہ کر کے (اہلسنت کی) راہ

---

[1] یہ شعر بھی نسخہ قلمی میں صحیح الکتابت نہ ہونے کی وجہ سے واضح نہ ہو سکا تھا۔ اب ترجمہ تصحیح کامل کے بعد لکھا گیا ہے۔ محبوب الٰہی عفی عنہ۔

سے ہٹا دیا۔ اگرچہ ان کا فتنہ وفساد خراسان میں تو دب گیا اور وہاں کے مسلمان ان کی شرارتوں سے نجات پا گئے مگر اس بدعقیدہ فرقہ کی منحوس آمد سے ہندوستان میں مسلمانوں کے لیے بڑی خرابی پیش آ گئی اور نیا فتنہ پیدا ہو گیا۔

لطیفہ

نقل ہے کہ ایک بزرگ ہمیشہ یہ دعا کیا کرتے تھے کہ "خدایا! اہل خراسان (شیعہ) کو یکجا رکھ اور تتر بتر ہونے سے انھیں امان بخش۔" ان کے مریدوں نے بڑے تعجب سے دریافت کیا کہ اے شیخ بزرگوار! یہ کیا دعا ہے جو آپ ان بدبختوں کے حق میں فرما رہے ہیں۔ شیخ نے فرمایا، کہ ان کا منتشر ہونا دنیا کے لیے پریشانی کا باعث اور سوئے ہوئے فتنہ کے بیدار ہونے کا موجب بن جائے گا (اس لیے یہ دعا کرتا ہوں تاکہ یہ فتنہ جہاں کا تہاں رہے)

وجہ تالیف

اسی اثناء میں ایک رسالہ جو شیعہ نے عبداللہ خان اوزبک کے مشہد کا محاصرہ کر لینے کے وقت علماء ماوراء النہر کے رسالہ تکفیر شیعہ کے جواب میں لکھا تھا اس حقیر کم بضاعت کو ملا جس میں احمقوں کے فریب دینے والے دلائل تھے۔ سب کا خلاصہ خلفائے ثلثہ (حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ) کی تکفیر اور حضرت عائشہؓ کی ندامت اور طعن و تشنیع تھا۔

اشتعال انگیزی

بعض شیعہ طلباء جوان اطراف میں آمد و رفت رکھتے تھے اپنے ان دلائل پر بڑا فخر و ناز کیا کرتے تھے اور امرا و سلاطین کی مجلسوں میں ان مغالطوں کو پھیلا رہے تھے۔ فقیر اگرچہ ان مجلسوں اور معرکوں میں زبانی طور پر عقلی و نقلی دلائل سے ان کا رد کرتا رہتا تھا اور شیعوں کی صاف و صریح غلطیوں پر امرا و سلاطین کو مطلع کرتا رہتا تھا لیکن بموجب حدیث نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کہ:۔

> "جب بدعتیں اور فتنے نمودار ہونے لگیں اور میرے اصحابؓ کو برا بھلا کہا جانے لگے تو اہل علم پر واجب ہے کہ وہ اپنے صحیح علم کو پیش کریں اور جو عالم ایسا نہ کرے گا اس پر خدا اور تمام بندوں کی لعنت پڑے گی اور اللہ تعالیٰ اس کا کوئی نیک عمل طاعت و صدقہ قبول نہ فرمائے گا۔"

میری رگِ فاروقی حمایت اسلامی میں محض اتنی سی تردید و جواب دہی پر بس نہ کر پاتی تھی اور میرے کینہ سے پاک سینہ کی جلن ٹھنڈی نہ ہوتی تھی اس لیے خاطر فاتر میں یہ خیال جم گیا کہ شیعوں کی خرابیوں کا اظہار جب تک قید تحریر میں نہ لایا جائے گا اس وقت تک اس کا کامل فائدہ اور عام نفع نہ ہو سکے گا۔

آغازِ کار

اس خیال کے قائم ہوتے ہی، میں نے ان کے فاسد مقصدوں اور بے جان فساد انگیز دلائل کو، جو انھوں نے اس رسالہ میں پیش کیے تھے، رد کرنے کا کام شروع کر دیا۔ اب میں خدائے بے نیاز وودود کے سہارے مقصود کا آغاز کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ ہی ان باتوں سے بچانے والا ہے، جو عیب لگاتی ہیں اور وہی ہمارا مولیٰ اور مددگار ہے اسی سے توفیق ملتی ہے اور اسی کی طرف سے راہ حقیقت کھلتی ہے۔ خدائے تعالیٰ ناظرین رسالہ ہٰذا کی خوب رہنمائی فرمائے آمین۔ خوب سمجھ لو!

عقائد شیعہ

کہ شیعہ، پیغمبر علیہ السلام کے بعد، امام برحق صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو جانتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ امامت، حضرت علی اور ان کی اولاد سے باہر نہیں جا سکتی، اگر باہر جائے گی تو یہ یا بوجہ ظلم وستم کے ہوگا جو دوسرے ان پر کریں گے یا حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کے تقیہ کی بنا پر ہوگا۔

شیعوں کے فرقے

گروہ شیعہ اپنی مختلف راہوں اور متعدد قسموں کے اعتبار سے بائیس فرقوں میں منقسم ہے، جن میں سے بعض اپنے علاوہ دوسرے شیعہ فرقوں کو بھی کافر کہتے ہیں اور ان کی خرابیاں اور برائیاں ظاہر کرتے ہیں۔ سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ نے انھیں باہمی جنگ میں مبتلا فرما کر مومنوں کو ان کے ساتھ قتال کرنے سے بچا لیا ۔

ہمیشہ باد خصومت یہود و ترسارا
کہ قتل ہر دو طرف فائدہ بود مارا

ترجمہ: خدا کرے یہود ونصرانیوں (کی طرح ان فرقوں) میں ہمیشہ لڑائی رہے

کہ دونوں طرف کا خون خرابہ ہمارے لیے مفید ہے۔

اہل تشیع کے اگلے اور پچھلے گروہوں میں حق سے دور و نزدیک ہونے کے لحاظ سے بڑا فرق ہے لیکن مجموعی طور پر تمام کے تمام فرقے انتہائی تعصب اور (اجلہ صحابہ سے) سخت عناد اور دشمنی رکھنے کی وجہ سے لعنت اور تکفیر کے مستحق ہیں کیونکہ ان کی نظر میں بہترین مشغلہ اور کامل ترین عبادت بزرگانِ اسلام کو گالیاں دینا اور تینوں خلفاء کو طعن و تشنیع کرنا بلکہ کافر قرار دینا ہے، اس بحث کی پوری تحقیق انشاء اللہ عنقریب مذکور ہوگی۔ بفرمان باری تعالیٰ۔

"یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے گمراہی کو ہدایت کے بدلے خریدا پس ان کی تجارت نفع بخش نہ ہوئی اور یہ ہدایت یافتہ لوگوں میں سے نہیں۔"

حضرت خواجہ حافظ شیرازی گویا انہی کے حق میں فرماتے ہیں ؎

ترسم ایں قوم کہ بر درد کشاں می خندند

برسر کار خرابان کنند ایمان را

یعنی یہ جماعت جو (میخانہ نبوت کے) درد نوشوں پر ہنستی ہے عجب نہیں کہ اس سلسلہ میں اپنا ایمان ضائع کر بیٹھے۔

بعض شیعہ فرقوں اور ان کے عقائد کا بیان

ہم مقصد اصلی کے اظہار سے قبل ان کے چند گروہوں کا ذکر کرتے ہیں اور ان کے مقاصد کیا ہیں؟ اس کو بیان کرتے ہیں تاکہ ان کی رسوا کن حرکات اور بدکرداریاں پورے طور سے آشکارا ہو جائیں اور حق باطل سے جدا ہو جائے، سنیے:۔

ا۔ سبائیہ

اس گروہ کا سرغنہ عبداللہ بن سبا ہے جس نے حضرت علیؓ کو ہی خدا قرار دے لیا تھا اور خود حضرت علیؓ نے اس کو مدائن کی طرف جلاوطن کر دیا تھا۔ اس کا قول ہے کہ ابن ملجم نے حضرت علیؓ کو قتل نہیں کیا بلکہ ان کی شکل و صورت میں شیطان نمودار ہو گیا تھا اس شیطان کو مار دیا ہے اور علیؓ تو بادلوں میں رہتے ہیں بجلی کا کڑکا ان کی آواز ہے اور بجلی کی چمک ان کا تازیانہ ہے (جس سے وہ بادلوں کو ہانکتے رہتے ہیں) عبداللہ بن سبا کی پیروی کرنے والے بادل کی کڑک سن کر عَلَیْکَ السَّلَامُ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ پکارا کرتے ہیں۔

۲۔ کاملیہ

یہ جماعت ابو کامل کے متبعین کی ہے، جو پیغمبر ﷺ کے اصحاب کو (نعوذ باللہ) کافر قرار دیتے ہیں کیونکہ انھوں نے حضرت علی کی بیعت نہیں کی پھر حضرت علیؓ کی بھی تکفیر کر دیتے ہیں کیونکہ انھوں نے اپنا حق طلب نہیں کیا۔ یہ لوگ تناسخ کے بھی قائل ہیں۔

۳۔ بیانیہ

یہ فرقہ بیان بن سمعان کا پیرو ہے، ان کا عقیدہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کی شکل انسان جیسی ہے اور چہرہ کے علاوہ اس کا تمام جسم فنا ہو جائے گا اور یہ بھی مانتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ کی رُوح حضرت علیؓ میں حلول کیے ہوئے تھی۔ ان کے بعد ان کے بیٹے محمد بن الحنفیہ میں حلول کیا اور ان کے بعد ان کے فرزند ہاشم کا روپ دھارا، اور ان کے بعد بیان میں سما گئی۔

۴۔ مغیریہ

یہ لوگ مغیرہ بن سعید عجلی کے ماننے والے ہیں عقیدہ یہ رکھتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ ایک نورانی مرد کی شکل کا ہے جس کے سر پر تاج دھرا ہوا ہے اور نور کی وجہ سے اس کا دل حکمت کا سرچشمہ بنا ہوا ہے۔

۵۔ جناحیہ

یہ جماعت، عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر ذوالجناحین کا دم بھرتی ہے، یہ لوگ تناسخ ارواح کے بھی قائل ہیں، کہتے ہیں کہ سب سے پہلے خدا کی روح کا حلول حضرت آدم علیہ السلام میں ہوا، ان کے بعد حضرت شیث علیہ السلام میں پھر اسی طرح انبیاء کرام اور ائمہ عظام میں ہوتی ہواتی حضرت علیؓ اور ان کی اولاد میں پہنچی، اور ان کے بعد عبداللہ مذکور کا روپ دھار لیا۔ یہ گروہ قیامت کا منکر ہے اور شراب، مردار اور زنا وغیرہ جیسی حرام چیزوں کو بھی حلال جانتا ہے۔

۶۔ منصوریہ

یہ گروہ ابو منصور عجلی کا متبع ہے، جو اولاً حضرت امام محمد باقر کی خدمت میں رہا۔ جب (اس کی حرکات کی وجہ سے) امام اس سے بیزار ہو گئے اور اسے اپنے پاس سے نکال

دیا تو خود امامت کا مدعی بن بیٹھا۔ اس فرقہ کے لوگ کہتے ہیں کہ ابو منصور ایک دفعہ آسمان پر چلا گیا تھا حضرت باری تعالیٰ نے اپنا ہاتھ اس کے سر پر پھیرا اور فرمایا ''بیٹا جاؤ میری طرف سے (مخلوق کو میرے احکام کی) تبلیغ کرو، اس کے بعد وہ زمین پر آ گیا۔ ان کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول، وَاِنْ یَّرَوْا کِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا یَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْکُوْمٌ[1] میں جس کسف کا ذکر ہے اس سے مراد ابو منصور عجلی ہے۔

نیز یہ طبقہ اس بات کا قائل ہے کہ رسالت و نبوت کا سلسلہ بند نہیں ہوا، اور یہ کہ جنت سے مراد امام ہے جس کی محبت کے ہم مامور ہیں اور دوزخ سے مراد وہ شخص ہے جس کے ساتھ عداوت رکھنے کا ہم کو حکم دیا گیا ہے جیسے کہ ابوبکرؓ و عمرؓ نیز فرائض سے مراد وہ جماعت ہے جن کے ساتھ محبت رکھنے کا ہمیں امر کیا گیا ہے اور محرمات سے مراد وہ گروہ ہے جس کے ساتھ بغض رکھنے کی ہمیں ہدایت کی گئی ہے۔

۷۔ خطابیہ

یہ جماعت ابو خطاب اسدی کی پیرو ہے، ابو خطاب امام محمد جعفر صادقؒ کی خدمت میں تھا۔ جب حضرت امام نے اپنے حق میں اس شخص کا غلو دیکھا تو اس سے بیزار ہو گئے اور اسے اپنی مجلس سے نکال دیا۔ اس کے بعد اس نے خود اپنی امامت کا دعویٰ کر دیا، اس گروہ کا عقیدہ ہے کہ ائمہ دیوتا ہیں اور جنات انبیاء ہیں اور جعفر صادق خدا ہیں لیکن ابوطالب ان سے اور علیؓ سے افضل ہے۔ یہ لوگ اپنے موافقین کے حق میں مخالفین کے مقابلہ پر جھوٹی گواہی دینا بھی حلال و جائز سمجھتے ہیں اور عقیدہ رکھتے ہیں کہ دنیا کی نعمتیں ہی جنت ہیں اور دنیا کی مصیبتیں ہی دوزخ اور دنیا کبھی فنا نہ ہوگی۔ یہ لوگ محرمات کو بھی مباح سمجھتے ہیں اور فرائض کے ترک کر دینے کو بھی جائز جانتے ہیں۔

۸۔ غرابیہ

شیعوں کا ایک فرقہ غرابیہ ہے وہ کہتا ہے کہ محمد ﷺ کو حضرت علیؓ کے ساتھ اس سے بھی زیادہ مشابہت تھی جتنی کہ ایک کوے سے دوسرے کوے سے اور ایک مکھی کو دوسری مکھی سے ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی تو تھی حضرت علیؓ کی طرف مگر حضرت جبرائیل کو کمال

---

[1] اگر وہ آسمان سے کوئی ٹکڑا گرتے ہوئے دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ تہ بہ تہ بادل ہے۔

مشابہت کی وجہ سے دھوکا ہو گیا اور انھوں نے وحی محمد ﷺ کو پہنچا دی اس گروہ کے ایک شاعر نے کہا ہے ۔

غَلَطَ الْاَمِیْنُ فَجَازَھَا عَنْ حَیْدَرٍ

یعنی جبرئیل امین سے غلطی ہوئی کہ امانت وحی کو، حضرت علیؓ حیدر سے ہٹا کر دوسرے کو پہنچا دی، اس لیے یہ لوگ حضرت جبرائیل پر بھی (نعوذ باللہ) لعنت بھیجتے ہیں۔

۹۔ ذمیہ

یہ وہ کم بخت فرقہ ہے جو محمد ﷺ کی مذمت کرتا ہے کہ کہتا ہے کہ علیؓ خدا ہیں اور انھوں نے محمد ﷺ کو پیغمبر بنایا تھا کہ لوگوں کو علی کی طاعت کی طرف بلائیں لیکن محمد ﷺ نے لوگوں کو اپنی اطاعت کی طرف بلایا۔ اس فرقہ کے بعض افراد حضرت محمد ﷺ اور حضرت علیؓ میں سے ہر ایک کو معبود مانتے ہیں۔ پھر ان میں سے کچھ لوگ معبود ہونے کے سلسلہ میں محمد ﷺ کو مقدم سمجھتے ہیں اور کچھ لوگ حضرت علیؓ کو، ان میں سے ایک طبقہ پانچ معبودوں کا قائل ہے جن کو اصحاب عبا کے نام سے پکارتے ہیں کہ یعنی (۱) محمد علیہ السلام (۲) علیؓ (۳) فاطمہؓ (۴) حسنؓ (۵) حسینؓ پھر کہتے ہیں کہ یہ پانچوں مل کر شے واحد ہیں یہ لوگ حضرت فاطمہؓ کا نام تائے تانیث کے ساتھ نہیں بولتے (بلکہ فاطم کہتے ہیں) تانیث کو عیب جان کر اس سے بچنے کے لیے ایسا کرتے ہیں۔

۱۰۔ یونسیہ

یہ لوگ یونس بن عبدالرحمٰن قمی کے پیروکار ہیں ان کا عقیدہ ہے کہ خدا عرش پر متمکن ہے اور ملائکہ نے خدا کو (مع عرش) اٹھا رکھا ہے مگر خدا فرشتوں سے زیادہ قوی ہے جیسے کہ کلنگ اپنی (باریک اور پتلی) ٹانگوں کے بل گھومتا ہے اور اپنے دونوں پاؤں سے زیادہ بڑا اور طاقت ور ہوتا ہے۔

۱۱۔ مفوضہ

اہل تشیع کا یہ فرقہ اس بات کا قائل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کرنے کے بعد دنیا، محمد ﷺ کے سپرد کر دی ہے، اور دنیا کی ہر چیز ان کے لیے مباح کر دی ہے لیکن ان میں سے بعض یہ کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے دنیا کو (اسی نوعیت سے) حضرت علیؓ کے حوالہ کر رکھا ہے۔

۱۲۔ اسمٰعیلیہ

یہ جماعت قرآن کے خودساختہ باطن (معنوی پہلو) کی قائل ہے، ظاہر قرآن کی قائل نہیں یہ لوگ کہتے ہیں کہ باطن قرآن کا تعلق ظاہر قرآن سے ایسا ہے جیسا کہ مغز اور چھلکے میں ہوتا ہے، جو شخص ظاہر قرآن کو دلیل بنا کر عمل کرے گا تو اس مصیبت اور عذاب میں گرفتار رہے گا، جو اوامر کی بجا آوری اور نواہی سے اجتناب میں پایا جاتا ہے اور باطن قرآن پر عمل، ظاہر قرآن پر عمل ترک کرنے کے بعد ہی ممکن ہے۔ وہ اس بارے میں یہ آیت بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔

ترجمہ آیت: ''پس ان کے درمیان ایک فصیل قائم کر دی گئی ہے جس کا ایک دروازہ ہے اس کا باطن جو ہے اس میں رحمت ہے اور اس کا ظاہر جو ہے اس کی طرف سے عذاب ہے۔''

یہ گروہ بھی محرمات (حرام کاموں) کو حلال سمجھتا ہے اور شریعت کے حامل پیغمبروں کی تعداد سات بتاتا ہے۔ آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ، محمد علیہ وعلیہم افضل الصلوت اور محمد مہدی علیہ السلام، آخرالذکر کو بھی وہ انبیائیں شمار کرتے ہیں غرض ان کے مذہب کی بنیاد شرع محمدی کے احکام کو باطل قرار دینے پر استوار ہے۔ ان کا کام شریعت میں شکوک پیدا کرنا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں حائضہ عورت پر روزہ کی قضا کیوں واجب ہے جبکہ نماز کی قضا واجب نہیں، غسل کا وجوب منی کے نکلنے سے کیوں ہوا؟ پیشاب نکلنے سے کیوں نہیں ہوتا؟ بعض نمازوں میں چار رکعت، بعض میں تین رکعت اور بعض میں دو رکعت کیوں فرض ہوئیں؟ (سب نمازوں کا معاملہ یکساں کیوں نہیں) غرض یہ لوگ احکام شرعیہ کی من مانی تاویلات کرتے ہیں۔

ان کی تاویلات باطلہ

چنانچہ وضو سے مراد ان کے نزدیک امام کی تابعداری اور موافقت ہے۔ نماز، رسول سے استعارہ ہے دلیل میں یہ آیت پیش کرتے ہیں کہ ''نماز'' بدکاری اور برائی سے منع کرتی ہے۔'' (لہٰذا وہ رسول کا دوسرا نام ہے) احتلام، ان کے نزدیک، نااہل لوگوں پر راز ظاہر کر دینے کا نام ہے اور غسل، تجدید عہد کو کہتے ہیں اور دین کی معرفت کے ساتھ نفس کے

تزکیہ کا نام زکوۃ ہے۔ کعبہ سے مراد نبی علیہ السلام اور باب کعبہ سے مراد علیؓ ہیں۔ صفاء محمد ﷺ کا نام ہے اور مروہ علی کا خانہ کعبہ کے گرد سات چکر لگانے سے مراد سات اماموں کی دوستی و تابعداری ہے۔ بدن کو احکام شرعیہ کی) تکالیف سے بچانے اور راحت دینے کا نام جنت ہے اور پابندی احکام کی مشقت میں گرفتار ہونا دوزخ ہے۔ یہ اور ان کے علاوہ اس قسم کی بے شمار خرافات کے قائل ہیں۔

نیز یہ بھی کہتے ہیں کہ خدا نہ موجود ہے نہ معدوم۔ نہ عالم ہے نہ جاہل۔ نہ قادر ہے نہ عاجز جب حسن بن صباح نمودار ہوا تو اس نے خود کو امام کا نائب قرار دے کر دعوت کی تجدید کی کیونکہ ان کے خیال میں کوئی دور امام سے خالی نہیں رہ سکتا۔ یہ لوگ، عوام الناس کو علم کے اشتغال سے منع کرتے ہیں اور خواص کو متقدمین کی کتابوں کے مطالعہ سے بھی روکتے ہیں تاکہ لوگ ان کی رسوا کن حرکات اور بداعمالیوں سے باخبر نہ ہوسکیں۔ غرض یہ لوگ بے دین فلسفیوں کا دامن تھام کر احکام شرعیہ کا مذاق اڑاتے ہیں۔

۱۳۔ زیدیہ

یہ لوگ زید بن علی بن زین العابدین کی طرف منسوب ہیں اور تین گروہوں میں منقسم ہیں ایک گروہ جارودیہ کہلاتا ہے جو نص خفی کی بنا پر حضرت علیؓ کی امامت کا قائل ہے یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے دوسرے اصحاب کو کافر کہتے ہیں کیونکہ انھوں نے پیغمبر ﷺ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ سے بیعت نہیں کی۔ دوسرا گروہ سلیمانیہ کے نام سے موسوم ہے۔ یہ لوگ امامت کو جمہور کے درمیان شوریٰ (انتخابی منصب) قرار دیتے ہیں۔ ان کے خیال میں اگرچہ لوگوں سے غلطی واقع ہوئی ہے کہ حضرت علیؓ کے ہوتے ہوئے حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی مگر یہ لوگ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کو (جائز) امام جانتے تھے اور اس اجتہادی خطا کو فسق کا درجہ نہیں دیتے (یہاں تک بھی غنیمت تھا بشرطیکہ آگے نہ بڑھتے) مگر حضرت عثمانؓ، طلحہؓ، زبیرؓ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تکفیر کرتے ہیں۔ تیسرا گروہ تبریہ کہلاتا ہے ان کے عقائد گروہ سلیمانیہ کے موافق ہیں لیکن حضرت عثمانؓ کے بارے میں ان کا مسلک توقف (سکوت) کا ہے (یعنی نہ ان کو امام مانتے ہیں اور نہ سلیمانیہ کی طرح تکفیر کرتے ہیں) اس زمانہ میں اکثر و بیشتر زیدیہ مقلد ہیں۔ اصول میں معتزلہ کی طرف اور

فروع میں چند مسئلوں کے سوا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

۱۴۔ امامیہ

یہ لوگ نص جلی کی بنا پر صرف حضرت علیؓ کی خلافت کے قائل ہیں اور دیگر اصحاب رسول علیہ السلام کی تکفیر کرتے ہیں۔ امام جعفر صادق تک امامت کے پہنچنے پر اتفاق رکھتے ہیں۔ ان کے بعد امام منصوص کے بارے میں ان میں اختلاف ہے۔ ان کی اکثریت کے نزدیک مختار و مشہور ترتیب یہ ہے کہ امام جعفرؒ کے بعد ان کے بیٹے ابو موسیٰ کاظم امام ہوئے۔ ان کے بعد امام علی بن موسیٰ الرضا، ان کے بعد محمد بن علی التقی، ان کے بعد محمد بن علی النقی، ان کے بعد محمد بن علی الزکی اور ان کے بعد محمد بن الحسن اور یہ آخری امام منتظر ہیں۔

ان کے متقدمین اپنے ائمہ کے مسلک پر تھے مگر بعد کے لوگ کچھ معتزلہ کی طرف چلے گئے اور کچھ مشبہہ کی جانب مائل ہو گئے۔ اب ہم ان کے گمراہ اور گمراہ کن فرقوں کا ذکر ختم کرتے ہیں۔ ہم نے ان کے بعض گروہوں کا ذکر نہیں کیا کیونکہ وہ اصول و فروع میں مذکورہ فرقوں کے موافق ہیں سوائے چند مسئلوں کے کہ ان میں معمولی سا اختلاف ہے۔

فیصلہ عقل

واضح رہے کہ ہر وہ شخص جو ذرا سی بھی سوجھ بوجھ اور حق و باطل کی تمیز رکھتا ہے۔ جب وہ ان کے مذکورہ عقائد و مقاصد کی حقیقت دریافت کرے گا تو ان کے ابطال کے لیے دلائل کی طرف رجوع کیے بغیر ان کے فاسد و باطل ہونے کا حکم لگا دے گا کیونکہ وہ عقائد و مقاصد سب وہی ڈھکوسلے ہیں جن کا فساد اور بطلان واضح ہے۔ اہل تشیع کی کمال نادانی ہے کہ وہ اپنے آپ کو پیغمبر ﷺ کے اہل بیت اور ائمہ اثنا عشر (بارہ اماموں) کی طرف منسوب کر کے ان کی محبت و موافقت کا دعویٰ کرتے ہیں (کہاں یہ عقائد اور کہاں یہ دعویٰ؟) ہرگز نہیں ہرگز نہیں، خود ائمہ اہل بیت ان کی اس ناروا محبت سے بیزار ہیں اور وہ اپنی متابعت کے لیے ان کو قبول نہیں فرماتے کیونکہ ان کی محبت کا وہی رنگ ہے جو نصاریٰ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھا کہ کمال نادانی سے ان کو خدا ٹھہرا کر پوجتے تھے، حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایسی محبت سے بیزار تھے۔

اس بات کی تائید اس امر[1] سے ہوتی ہے جو خود حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ

---

[1] حدیث منقول از صحابی۔

آپ نے فرمایا کہ ایک بار حضرت نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ تمھارے اندر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سی بات پائی جاتی ہے۔ جن سے یہود نے بغض رکھا حتیٰ کہ ان کی والدہ پر بہتان باندھ دیا اور نصاریٰ نے ان سے اس قدر محبت کی کہ ان کو اس درجہ پر پہنچا دیا جو ان کے لیے نہ تھا۔ اس کے بعد حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میرے بارے میں دو قسم کے لوگ ہلاک ہوں گے، ایک حد سے زیادہ محبت کرنے والا جو افراط محبت میں مجھ میں وہ کمالات بتائے گا جو مجھ میں نہیں (یہ روافض ہیں) دوسرا مجھ سے بغض رکھنے والا جسے میرا بغض مجھ پر بہتان باندھنے پر آمادہ کر دے گا (یہ خوارج ہیں)

نیز یہ قول خداوندی بھی اِذْ تَبَرَّءَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ ان کے حسب حال ہے یعنی قابل دید ہے وہ منظر جب کہ متبوعین تابعین سے بیزار ہوں گے اور ان کی متابعت و پیروی کو قبول نہ کریں گے۔ اے اللہ! ہمارے دلوں کو اس کے بعد کہ تو نے ہمیں ہدایت بخشی ہے کج نہ کر دینا، ہمیں اپنے پاس سے خاص رحمت عنایت فرما تو بہت بخشش کرنے والا ہے۔

جوابات کا آغاز

اب ہم خدائے بزرگ و برتر کے ارشادات کی مضبوط رسی تھام کر شیعہ کے بے بنیاد اعتراضات کے جوابات دینا شروع کرتے ہیں۔ بیشک خدا ہر چیز پر قادر ہے اور ہماری دعا قبول کرنے کے لیے سزاوار ہے۔

علمائے ماوراء النہر کی پہلی دلیل

علماء ماوراء النہر شکر اللہ سعیہم نے اپنے رسالہ میں دلائل تکفیر شیعہ کے سلسلے میں یہ دلیل پیش کی تھی۔

''کہ حضرت پیغمبر ﷺ، خلفائے ثلثہ (ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ) کی بیحد تعظیم و توقیر فرماتے تھے۔ ہر ایک کی تعریف میں بہت سی حدیثیں پائی جاتی ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے تمام اقوال و افعال اس آیت کریمہ کے مطابق ''کہ رسول اللہ ﷺ اپنی خواہش کی بنا پر تکلم نہیں فرماتے، جو کچھ وہ فرماتے ہیں وہ وحی کے سوا کچھ نہیں۔'' وحی پر مبنی ہیں (لہٰذا احادیث مدح صحابہ بھی وحی پر مبنی ہیں) اور شیعہ صحابہ کی مذمت کر کے وحی کی مخالفت کرتے ہیں اور وحی کی مخالفت کفر ہے۔ (اس لیے وہ کافر ہیں)

جواب از جانب شیعہ

ا۔ شیعہ نے علماء ماوراء النہر کی اس دلیل پر معارضہ کرتے ہوئے اپنے رسالہ میں یہ کہا کہ علماء کی خود اس دلیل سے ہی خلفائے ثلثہ کی مذمت اور ان کی خلافت کا باطل ہونا ثابت ہو جاتا ہے کیونکہ شرح مواقف میں آمدی سے، جو اہلسنت کے اکابر میں شمار ہوتے ہیں، منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت اہل اسلام میں باہمی اختلاف رُونما ہو گیا تھا۔ پہلا اختلاف تو یہ تھا کہ حضرت پیغمبر علیہ السلام نے مرض موت میں فرمایا کہ:۔

"میرے پاس کاغذ لاؤ تا کہ تمھارے لیے وہ تحریر لکھ دوں جس پر کاربند رہ کر تم میرے بعد گمراہ نہ ہوسکو گے۔"

لیکن حضرت عمرؓ کاغذ لانے پر رضا مند نہ ہوئے بلکہ یہ کہا:۔

"حضرت (رسول خدا ﷺ) پر تکلیف کا غلبہ ہے اور ہمارے پاس خدا کی کتاب موجود ہے جو ہدایت کے لیے کافی ہے۔"

پھر صحابہ کے درمیان بڑا اختلاف ہوا، آوازیں اُونچی ہونے لگیں۔ اس پر حضرت پیغمبر ﷺ نے آزردہ ہو کر فرمایا۔ "یہاں سے اٹھ جاؤ کہ میرے رُوبرو جھگڑنا مناسب نہیں۔"

اور دوسرا اختلاف یہ تھا کہ مذکورہ واقعہ کے بعد پیغمبر ﷺ نے ایک جماعت مقرر فرمائی کہ اسامہؓ کے ہمراہ سفر پر جائیں لیکن اسی جماعت میں سے بعض نے روگردانی کی۔ یہ بات حضور رسالت مآب ﷺ کو پہنچی تو آپ نے مکرر زور دے کر فرمایا۔

"اسامہ کے لشکر کو تیار کرو۔ اللہ کی لعنت ہو اس پر جو روگردانی کرے۔"

مگر اس کے باوجود بھی ان بعض صحابہ نے روگردانی کی اور تعمیل ارشاد نہ کی۔

ترتیب معارضہ

ا۔ پس اب ہم (شیعہ) کہتے ہیں کہ وہ حکم جو پیغمبر ﷺ نے وصیت لکھنے کے بارے میں (کاغذ لانے کا) فرمایا تھا، خود آپ ﷺ کی ذکر کردہ آیت کے بموجب وحی ہے پھر اس پر جو ممانعت حضرت عمرؓ نے کی وہ اس وحی کی مخالفت اور تردید ہے اور وحی کی تردید کفر ہے جیسا کہ خود آپ نے اقرار کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا قول

بھی یہ ہے کہ

"جو لوگ اللہ کے نازل کردہ احکام کی تعمیل نہ کریں، وہ کافر ہیں۔"

یہ آیت بھی اسی پر دلالت کرتی ہے اور کافر پیغمبر ﷺ کی خلافت کے لائق نہیں ہوسکتا اسی طرح لشکر اُسامہ سے روگردانی کرنا دلیل مذکور کی بنا پر کفر ہے اور روگردانی کرنے والے تینوں خلفاء ہیں بالاتفاق۔

۲۔ نیز حضرات علماء ماوراء النہر نے اپنے رسالہ شریفہ میں اعتراف کیا ہے کہ حضرت رسالت مآب ﷺ کا فعل بھی وحی ہوتا ہے اور واقعہ بھی یونہی ہے پس ہم (شیعہ) کہتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ کا مروان کو مدینہ سے شہر بدر کر دینا بلاشبہ وحی ہے۔ پس حضرت عثمانؓ کا مروان کو مدینہ میں واپس لے آنا اور اس کو بعض امور سونپنا اور اس کی تعظیم کرنا دو وجہ سے کفر ہے۔ پہلی وجہ تو وہی جو حضرات (علماء) نے فرمائی اور دوسری وجہ باری تعالیٰ کا یہ قول (ترجمہ) "تم مومنین کی جماعت کو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہے ایسا نہ پاؤ گے کہ وہ ان لوگوں سے دوستی کرے جو خدا اور رسول خدا ﷺ کے مخالف ہیں۔ خواہ وہ مخالفت کرنے والے، مومنین کے باپ دادا ہوں یا بیٹے پوتے ہوں یا بھائی ہوں یا اور کنبہ دار ہوں۔"

حضرت مجددؒ کا فیصلہ، اقوال شیعہ کا رد اور قول علماء کی تصحیح

اللہ کی توفیق اور حفاظت کے بھروسہ پر میں عرض کرتا ہوں کہ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ آنحضرت ﷺ کے تمام افعال و اقوال (اجتہادی وغیر اجتہادی) سب بموجب وحی ہوتے ہیں اور آیت کریمہ کو ثبوت شہادت میں پیش کرنا دلیل تام نہیں اس لیے کہ:۔

سند منع

آنحضرت ﷺ کے قول کا بموجب وحی ہونا قرآن کے ساتھ مخصوص ہے چنانچہ قاضی بیضاوی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ کے اس قول وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى کا مطلب یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کا تکلم بالقرآن خواہش نفس کی بنا پر صادر نہیں ہوتا۔

نیز اگر آنحضرت ﷺ کے تمام اقوال و افعال وحی کے ماتحت ہوتے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض اقوال و افعال پر (خدا کی طرف سے) اعتراض نہ ہوتا اور عتاب نہ آتا، جیسا کہ اس آیت میں آیا۔

ترجمہ ''اے نبی! تم کس لیے ایسی چیز کو اپنے اوپر حرام کرتے ہو جسے اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے حلال کیا ہے۔ کیا تم اپنی بیویوں کی رضا جوئی میں لگ گئے ہو؟''

دوسری جگہ فرمایا:۔

''خدا نے آپ کو معاف کیا۔ آپ نے انھیں اجازت کیوں دی تھی؟ الخ''

تیسری جگہ (اسیرانِ بدر کے واقعہ میں) ارشاد ہوا۔

''نبی کے لیے یہ حق نہیں کہ اس کے لیے اسیران جنگ ہوں یہاں تک کہ (راہِ خدا میں) کفار کے قتل وخون کو حد ونہایت کو پہنچا دے، کیا تم دنیوی سامان کے لالچ میں پڑ گئے ہو۔''

چوتھی جگہ (منافقین کی نماز جنازہ کے واقعہ میں) حکم آیا:۔

''منافقین میں سے جو مر جائے اس کی نماز جنازہ آپ ہرگز نہ پڑھیں۔''

ایک روایت کی رو سے اس ممانعت کا ورود اس وقت ہوا جب کہ آنحضرت ﷺ ابن ابی منافق کی نماز جنازہ ادا کر چکے تھے اور دوسری روایت کے اعتبار سے نماز جنازہ ادا کرنے سے پہلے مگر نماز ادا کرنے کا ارادہ فرما لینے کے بعد ممانعت وارد ہوئی۔ بہرحال دونوں صورتوں میں فعل سے باز رکھنا پایا جاتا ہے۔ خواہ وہ اعضاء کا فعل ہو یا قلب کا۔ اس قسم کے معاملات کا ذکر قرآن میں بکثرت ہے۔ اس لیے ممکن ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعض اقوال و افعال اپنی رائے اور اجتہاد کے تحت ہوں۔ (یعنی از روئے وحی نہ ہوں) چنانچہ قاضی بیضاوی، قول باری تعالیٰ ماکان لنبي الآیہ کی تفسیر کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ

''یہ آیت اس امر کی دلیل ہے کہ انبیاء علیہم السلام (بعض اوقات) اجتہاد سے بھی کام لیتے ہیں اور وہ اجتہاد کبھی خطا بھی ہو جاتا ہے مگر انبیاء کو خطا پر قائم نہیں رہنے دیا جاتا'' (فوراً وحی کے ذریعہ خدائے تعالیٰ کی طرف سے اصلاح کر دی جاتی ہے)

اجتہادی امور میں صحابہ کا حضور ﷺ کے ساتھ اختلاف

اور صحابہ کرام بھی عقلی اور اجتہادی معاملات میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ

اختلاف رائے کی گنجائش رکھتے تھے اور بعض اوقات وحی خداوندی (رائے نبوی کے بجائے) صحابہ کی رائے کے موافق نازل ہوئی ہے جیسا کہ اسیرانِ بدر کے بارے میں وحی، امیرالمومنین عمرؓ کی رائے کی موافقت میں اتری کیونکہ (تبلیغ رسالت اور اشاعت اسلام کی طرف بیشتر متوجہ رہنے کی وجہ سے) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توجہ عقلی اور تدبیری معاملات کی طرف کم تر رہتی تھی۔

چنانچہ قاضی بیضاوی نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں معرکہ بدر میں ستر کافر اسیر بنا کر لائے گئے جن میں عباسؓ اور عقیلؓ ابن ابی طالب بھی شامل تھے۔ حضور ﷺ نے ان کے متعلق اصحاب سے مشورہ کیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے رائے دی کہ "یہ لوگ آپ کے ہم قوم اور اہل خاندان ہیں، انھیں زندہ چھوڑ دیجئے۔ شاید اللہ تعالیٰ ان کو توبہ کرنے کی توفیق دے دے۔ البتہ ان سے فدیہ لے لیجئے تاکہ اس سے آپ کے (اہل جہاد) ساتھیوں کو تقویت ہو۔" حضرت عمرؓ نے کہا ان سب کی گردن اڑا دیجئے اس لیے کہ یہ کفر کے امام (پیشوا) ہیں اور فدیہ لینے سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مستغنی فرما دیا ہے۔ فلاں اسیر کو میرے حوالہ کیجئے اور علیؓ اور حمزہؓ کے حوالہ ان کے بھائیوں کو کیجئے تاکہ ہم ان کی گردنیں اڑا دیں۔" لیکن آنحضرت ﷺ نے ایسا نہ چاہا اور ارشاد فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کے دلوں کو نرم بنا دیتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ دودھ سے زیادہ رقیق ولطیف ہو جاتے ہیں اور بے شک خدائے تعالیٰ بعض لوگوں کے دلوں کو سخت وشدید بنا دیتا ہے، یہاں تک کہ وہ پتھر سے زیادہ سخت وشدید ہو جاتے ہیں، اور فرمایا اے ابوبکرؓ! تمہاری مثال حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سی ہے جنھوں نے اپنی قوم کے بارے میں خدا سے عرض کیا تھا کہ "جو ان میں سے میری پیروی کرے وہ بیشک میرا ہے، اور جو میری نافرمانی کرے گا تو اے خدا تو بیشک بہت بخشنے اور رحم کرنے والا ہے۔" اور اے عمرؓ! تمہاری مثال حضرت نوح علیہ السلام کی سی ہے، جنھوں نے اپنی قوم کے حق میں بددعا فرماتے ہوئے خدا سے یہ التجا کی کہ "اے خدا! زمین پر کافروں میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑ!" اس کے بعد آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اصحاب کو (فدیہ لینے کا) اختیار دے دیا اور انھوں نے اسیروں کا فدیہ لے لیا۔ اس پر یہ آیت مَا كَانَ لِنَبِيٍّ الخ نازل ہوئی۔ کچھ دیر کے بعد حضرت عمرؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضور ﷺ اور

ابوبکرؓ دونوں رو رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! کیا بات ہے؟ مجھے بھی بتایئے اگر رونا آیا روؤں گا ورنہ روتی صورت ہی بنا لوں گا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اپنے اصحاب کے فدیہ لے لینے پر رو رہا ہوں۔ بخدا مجھے ان پر نازل ہو جانے والا عذاب دکھایا گیا ہے جو اس سے بھی زیادہ قریب تھا جتنا یہ درخت دوسرے درخت کے قریب ہے۔

نیز بیضاویؒ نے ذکر کیا ہے کہ مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اگر عذاب نازل ہو جاتا تو عمرؓ اور سعد بن معاذؓ کے سوا کوئی اس سے نہ بچتا۔ حضرت سعدؓ نے بھی کفار کی مکمل بیخ کنی کرنے اور قتل کر دینے کا مشورہ دیا تھا۔

خلاصہ کلام

اس لیے نزاعی مسئلہ میں ہم کہتے ہیں کہ یہ بھی تو احتمال ہے کہ آنحضرت ﷺ کی جانب سے کاغذ لانے کا فرمان اور لشکر اسامہؓ کی تیاری کا حکم اور اسی طرح آنحضرت ﷺ کا مروان کو مدینہ سے نکال دینے کا عمل تینوں وحی پر مبنی نہ ہوں بلکہ حضور ﷺ کی رائے اور اجتہاد کے ماتحت ہوں اور اجتہادی معاملات میں اختلاف کرنا ہم تسلیم نہیں کرتے کہ کفر ہے کیونکہ اس قسم کا اختلاف رائے صحابہ کرام کی طرف سے (پہلے سے) ہوتا چلا آ رہا ہے جیسا کہ اوپر بیان گزرا اور باوجود اس کے کہ ابھی زمانہ نزول وحی موجود ہے۔ اس اختلاف رائے پر از روئے وحی کوئی اعتراض وارد نہیں ہوا، اور نہ عتاب کی کوئی آیت نازل ہوئی حالانکہ سردار دو عالم ﷺ کی نسبت اگر معمولی سی بے ادبی کی بات بھی صحابہ کرام سے سرزد ہو جاتی تھی تو فوراً حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے اس فعل کی ممانعت اور اس کے مرتکب پر عتاب کی آیت نازل ہو جایا کرتی تھی جیسا کہ دربار نبوت میں بلند آوازی اختیار کرنے پر یہ آیت نازل ہوئی۔

> ترجمہ۔ "اے اہل ایمان! تم اپنی آوازیں نبی ﷺ کی آواز سے اونچی نہ کیا کرو اور ان کے ساتھ زور سے نہ بولا کرو جیسا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ بے جھجک کڑاکے سے بولا کرتے ہو کیونکہ اس سے خطرہ ہے کہ تمھارے اعمال تباہ ہو جائیں اور تمھیں خبر بھی نہ ہو۔" (الحجرات)

شارح مواقف نے آمدی سے نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ وفات نبوی کے وقت تمام مسلمان بلحاظ عقیدہ وخیال متفق تھے سوائے منافقین کے جو نفاق کو چھپا کر ظاہری طور پر اتفاق کا اظہار کیا کرتے تھے۔ پھر (بعد وفات آنحضرت علیہ السلام) ان کے درمیان اولاً ایسے اجتہادی امور میں اختلاف رائے نمودار ہوا، جو نہ موجب ایمان تھے اور نہ موجب کفر، امور اجتہادیہ میں اختلاف سے بھی ان کا مقصد دینی طریقوں کو قائم رکھنا اور شریعت کی راہوں کو ہمیشہ کے لیے جاری رکھنا تھا جیسے کہ وہ اختلاف رائے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مرض وفات میں آپ ﷺ کے ایتونی بقرطاس (میرے پاس کاغذ لاؤ) فرمانے کے بعد رونما ہوا یا وہ اختلاف جو اس واقعہ کے بعد لشکر اسامہؓ میں شرکت نہ کرنے کے بارے میں پیش آیا۔ ایک جماعت کی رائے میں اس حکم کی تعمیل واجب تھی کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ "لشکر اسامہ کو تیار کرو، خدا لعنت کرے اس پر جو تخلف کرے" (یعنی امر کے ساتھ تخلف پر وعید بھی تھی) اور دوسری جماعت کی رائے میں توقف کرنا مناسب تھا اس انتظار میں کہ شاید آپ ﷺ کے ساتھ اس مرض میں کوئی اور معاملہ نہ پیش آ جائے (یعنی خدانخواستہ آپ کی وفات ہو جانے سے اسامہؓ کی مہم ناکام نہ ہو جائے)

ایک اعتراض کا جواب

اگر کوئی اس مقدمہ دلیل کو، جسے تسلیم کرنے سے ہم نے انکار کیا ہے (یعنی حضور ﷺ کے تمام اقوال و افعال کا بلا استثناء بموجب وحی ہونا، یوں ثابت کرنا چاہیے کہ آنحضرت ﷺ کے اجتہاد فرمانے کا ثبوت بھی از روئے وحی ہے (اس لیے آپ کا جو اجتہاد ہوگا وہ بطور وحی ہوگا) اس لیے آپ ﷺ کے تمام اقوال و افعال کا بموجب وحی ہونا صادق اور ثابت ہو گیا اس لیے کہ اس صورت میں آپ کے اجتہادی احکام بھی بموجب وحی قرار دیے جائیں گے۔

اس اعتراض کے جواب میں ہم یہ کہیں گے کہ تمام اقوال و افعال سے مراد ہر خاص خاص قول وفعل بر سبیل تفصیل ہے (یعنی جن پر بعد اجتہاد تقریر من جانب اللہ ہو گئی ہے) جیسا کہ بغور تامل کرنے والے ذی فہم پر مخفی نہیں ورنہ (اگر از روئے وحی) حق اجتہاد کے ثبوت سے ہر اجتہادی رائے کا بھی از روئے وحی ہونا مسلم ہو جائے) تو ماننا پڑے

گا کہ تمام مجتہدین کے اقوال و افعال بھی بموجب وحی ہوں (خواہ وہ مجتہدین نبی نہ ہوں) کیونکہ مجتہدین (غیر انبیاء) کے اجتہاد کا ثبوت بھی از روئے وحی ہے اور وہ آیت فاعتبروا یاولی الابصار ہے۔ یعنی اے اہل بصیرت (امور و معاملات میں) اعتبار و قیاس کیا کرو۔

علاوہ ازیں ہم کہتے ہیں کہ اس مقدمہ کا ثابت کر دینا بھی معترض کے حق میں مفید نہیں کیونکہ اس صورت میں ہم اس مقدمہ کی تسلیم سے انکار کر دیں گے جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ اقوال و افعال نبی کی علی الاطلاق مخالفت کفر ہے اور سند منع وہی ہے جو پہلے بیان ہوئی (کہ حضور ﷺ کے سامنے صحابہ اختلاف رائے کیا کرتے تھے اور خدا کی طرف سے اس پر کوئی نکیر یا وعید نازل نہیں ہوئی)

علماء کے قول کی تصحیح

علماء ماوراء النہر کے کلام کے آغاز میں آنحضرت ﷺ کے اقوال و افعال کے بارے میں جو یہ کہا گیا ہے کہ وہ سب از روئے وحی ہیں۔ واللہ اعلم۔ ہمارے نزدیک اس سے مراد اجتہادی امور کے سوا دوسرے امور ہیں جو افعال و اقوال آنحضرت ﷺ سے از روئے اجتہاد صادر ہوئے وہ مراد نہیں۔ غیر اجتہادی امور خواہ از روئے وحی جلی ہوں یا از روئے وحی خفی، وہ بیشک وحی کے ماتحت ہیں اور ان کی مخالفت کفر ہے۔ تکفیر شیعہ کے بارے میں علماء کا مدعا اتنی ہی تعمیم سے پورا ہو جاتا ہے کیونکہ وہ حدیثیں جو خلفائے ثلثہ کی مدح میں وارد ہوئی ہیں، وہ مغیبات (غیر قیاسی امور) کے بارے میں خبر دینے سے تعلق رکھتی ہیں اور مغیبات کے متعلق خبر دینا صرف وحی کے ذریعہ ہو سکتا ہے۔ اس میں رائے اور اجتہاد کا بالکل دخل نہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔

ترجمہ آیت: ''اسی کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں، جنھیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔''

نیز فرمایا:۔

''(خدا ہی) عالم الغیب ہے، اپنے غیب پر خدائے تعالیٰ کسی کو مطلع نہیں کرتا سوائے اس رسول کے جسے وہ پسند کر لے۔''

لیکن اس صورت میں ضروری ہے کہ آیت کریمہ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى میں نطق

سے مراد ایسا عام مفہوم لیا جائے جو قرآن اور وحی خفی دونوں پر مشتمل ہو پھر بے شک ایسے اقوال وافعال کے انکار یا ان کی مخالفت سے وحی کی مخالفت یا اس سے انکار لازم آ جائے گا اور مخالفت وحی یقیناً کفر ہے اور ایسی احادیث جو صحابہ کی مدح میں وارد ہوئی ہیں اور جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلام واطلاع کی بنا پر وارد ہوئی ہیں، بکثرت موجود ہیں اور اس درجہ کی ہیں کہ کثرتِ طرق اور تعدد روایت کے لحاظ سے درجہ شہرت بلکہ معنوی تواتر کے مرتبہ پر پہنچ چکی ہیں۔

ہم ان میں سے چند احادیث ذکر کرتے ہیں۔

درِ فضیلت ابوبکرؓ

۱۔ انہی احادیث میں وہ روایت ہے جسے ترمذی نے رسول مقبول ﷺ سے نقل کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا۔

"تم میرے غار کے بھی ساتھی ہو اور حوض کوثر کے بھی۔"

۲۔ نیز ترمذی نے حضور علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے، میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے جنت کے اس دروازہ پر لے گئے جس سے میری امت کا ایک شخص داخل ہوگا۔ حضرت ابوبکرؓ نے یہ سن کر عرض کیا، کاش کہ میں بھی آپ کے ساتھ ہوتا، تو وہ دروازہ دیکھ لیتا۔ اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ "ہاں! اے ابوبکر! جو لوگ جنت میں داخل ہوں گے ان میں تم سب سے پہلے نمبر پر ہو۔"

درِ فضیلت عمرؓ

۳۔ بخاری و مسلم نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا (ایک دفعہ) میں جنت میں داخل ہوا۔ یہاں تک کہ یہ ارشاد فرمایا۔ "میں نے جنت میں ایک محل دیکھا جس کے احاطہ میں ایک کنیز (حورِ جنت) تھی۔ میں نے پوچھا یہ محل کس کے لیے ہے؟ اس نے جواب دیا کہ عمرؓ کے لیے، تو میرا ارادہ ہوا کہ محل کے اندر داخل ہو کر اسے دیکھوں مگر مجھے تمہاری غیرت کا دھیان آ گیا یہ سن کر عمرؓ بولے۔ "آپ پر میرے ماں باپ قربان! کیا آپ کے مقابلہ پر

مجھے غیرت آئے گی؟"

۴۔ ابن ماجہؒ کی روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ "وہ شخص جنت میں میری امت میں بالاترین رتبہ کا مالک ہوگا۔" پھر ابوسعیدؓ نے (مشارٌ الیہ شخص کے بارے میں) فرمایا۔ بخداء ہماری رائے میں اس قول کا مصداق عمر بن الخطابؓ کے سوا اور کوئی نہ تھا۔ یہاں تک کہ انھوں نے وفات پائی۔

در فضیلت ابوبکرؓ و عمرؓ

۵۔ ابن بخاری نے حضرت انسؓ سے تخریج کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "میں نے ابوبکرؓ و عمرؓ کو (دوسروں پر) مقدم نہیں کیا، لیکن اللہ تعالیٰ نے انھیں مقدم کیا ہے۔"

۶۔ ابو علی عمار بن یاسرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ "میرے پاس (ایک دفعہ) جبرائیل آئے تو میں نے ان سے کہا کہ فضائل عمرؓ بن الخطاب مجھے سنایئے! حضرت جبرائیل نے کہا، اگر میں (فضائل عمرؓ) اتنی مدت تک بھی آپ کو سناتا رہوں جتنی مدت حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم میں رہے (۹۵۰ سال) تب بھی وہ ختم نہ ہوں گے اور بلاشبہ (فضائل) عمرؓ (باوجود اس کثرت) کے حضرت ابوبکرؓ کی حسنات میں سے ایک کے برابر ہیں۔

۷۔ ترمذی اور ابن ماجہ، حضرت علیؓ اور حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ "ابوبکرؓ اور عمرؓ تمام اہل جنت میں ادھیڑ عمر والوں کے سردار ہیں، خواہ وہ اگلے ہوں یا پچھلے ہوں سوائے انبیاء و مرسلین کے۔

در فضیلت ابوبکرؓ و عثمانؓ

۸۔ امام بخاریؒ نے ابوموسیٰ اشعریؓ کا اثر نقل کیا ہے، ابوموسیٰؓ اشعری فرماتے ہیں کہ میں مدینہ کے باغات میں سے ایک باغ میں حضور علیہ الصلوۃ کے ساتھ تھا۔ اچانک ایک شخص نے آکر دروازہ کھلوانا چاہا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کھول دو اور اس (آنے والے) کو جنت کی بشارت دے دو۔ میں نے دروازہ کھولا تو دیکھتا ہوں کہ حضرت ابوبکرؓ ہیں۔ میں نے حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق انھیں

بشارت دے دی اور انھوں نے (بشارت سن کر) خدا کی حمد وثنا کی۔ پھر ایک اور شخص نے آ کر دروازہ کھلوانا چاہا.... حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے فرمایا، کھول دو اور آنے والے کو جنت کی بشارت دے دو اس مصیبت کی بنا پر جو اسے (دنیا میں) پہنچے گی۔" (دروازہ کھولا) تو دیکھا کہ حضرت عثمانؓ ہیں۔ حضور ﷺ نے جو کچھ فرمایا تھا میں نے اس سے انھیں باخبر کر دیا۔ انھوں نے اولاً خدا کی حمد کی اور پھر یہ کہا، اور خدا ہی ہے جس سے مدد مانگی جائے۔

اخراج مروان والے اعتراض کا دوسرا جواب

نیز اگر بالفرض تسلیم کر لیا جائے کہ مروان کا اخراج از روئے وحی تھا تو پھر یہ تسلیم نہیں کہ اس سے آنحضرت ﷺ کی مراد دائمی جلاوطنی اور اخراج تھا۔ یہ احتمال کیوں نہیں ہو سکتا کہ حضور ﷺ نے وقتی اخراج اور کچھ مدت کے لیے یہ سزا تجویز کی ہو جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے زنا کی حد کے بارے میں فرمایا تھا۔

"اگر زانی اور زانیہ دونوں ناکتخدا ہوں تو ان کی سزا سو کوڑے مارنا اور ایک سال کے لیے شہر بدر کر دینا ہے۔"

چونکہ امیر المومنین عثمانؓ اخراج کی تحدید وقتی سے واقف تھے تو سزا کی مدت گزر جانے کے بعد اس کو مدینہ بلا لیا، اور اس میں کوئی قابل اعتراض بات نہیں اور اہل تشیع کی طرف سے پیش کردہ آیت لَا تَجِدُ قَوْمًا (الآیہ) یہاں چسپاں نہیں ہوتی کیونکہ وہ کفار سے دوستی رکھنے سے منع کرتی ہے اور مروان کا کفر ثابت نہیں ہوا کہ دوستی رکھنا ممنوع ہو۔ بات کو سمجھو اور انصاف سے کام لو تکلفات میں پڑ کر اندھوں کی طرف ٹامک ٹوئیاں نہ مارو۔

شیعہ کا احادیث مدح سے انکار

ثانیاً شیعہ نے (اپنے رسالہ میں) بطور منع اور مناقضہ کے یہ کہا ہے:-

"رہا (ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ) ہر سہ خلفا کی تعریف میں نبی اکرم ﷺ سے احادیث کا وارد ہونا تو اس پر (شیعی اور سنی) دونوں فریق کا اتفاق نہیں (سنی بیان کرتے ہیں، شیعی تسلیم نہیں کرتے) اس لیے کہ شیعہ کی کتابوں میں ان کا کہیں نام ونشان نہیں اور جو حدیثیں (نعوذ

باللہ) خلفائے ثلثہ کی مذمت پر دلالت کرتی ہیں۔ جیسے کہ یہی دونوں مذکورہ روایتیں (حدیث قرطاس) اور حدیث اخراج مروان، دونوں فریقوں کی کتابوں میں موجود ہیں۔

نیز بعض اہلسنت نے مصلحت کے لیے موضوع احادیث گھڑ لینا جائز قرار دیا ہے اس لیے وہ احادیث جن پر دونوں فریق کا اتفاق نہ ہو قابل اعتماد نہیں۔"

جواب از حضرت مجدد رحمہ اللہ

میں اس اشکال کو دور کرنے کے لیے جس مقدمہ کو، شیعہ نے ناقابل تسلیم قرار دیا ہے، اسے ثابت کرنے کے سلسلہ میں عرض کرتا ہوں۔ (واللہ سبحانہ اعلم)

چونکہ شیعہ نے انتہائی تعصب اور سخت عناد کی وجہ سے سلف پر طعن کرنا اور خلفائے ثلثہ کے متعلق بدزبانیاں بلکہ ان کی تکفیر کرنا ہی اپنے لیے عبادت اور دین سمجھ رکھا ہے۔ اسی وجہ سے وہ ان صحیح حدیثوں میں جو خلفاء کی مدح و منقبت میں وارد ہوئی ہیں بے سند اور بے دلیل جرح و قدح کر دیتے ہیں اور ان میں تغیرات و تصرفات (لفظی و معنوی) کرنے سے گریز نہیں کرتے (حدیث تو حدیث) کلام اللہ تک میں جس پر اسلام کا مدار ہے اور جو صدر اول (عہد نبوی) سے تواتر کے ساتھ منقول ہوتا چلا آ رہا ہے، نہ اس میں کوئی شک و تردد ہے اور نہ زیادتی کمی قبول کرنے کی گنجائش اس میں بھی من گھڑت آیتیں اور بناوٹی الفاظ گھسا دیتے ہیں۔ قرآنی آیتوں میں (زیر زبر اور نقطے وغیرہ ادل بدل کر دیتے ہیں (اور اپنا من مانا ترجمہ بنا لیتے ہیں)

تحریف کی ایک مثال

"چنانچہ آیت کریمہ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ وَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ۝ میں بعض شیعہ نے یوں تصحیف اور تحریف کی۔ اِنَّ عَلِیًّا جَمَعَهٗ وَقَرَأَ بِهٖ فَاِذَا قَرَأَ بِهٖ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ حقیقت میں آیت کا ترجمہ و مطلب یہ تھا کہ قرآن کا جمع کرا دینا اور پڑھوا دینا ہمارے ذمہ ہے، جب ہم (بزبان) جبرائیل قرآن پڑھیں تو تم ساتھ ساتھ پڑھتے جاؤ (یاد کرنے کی فکر میں نہ پڑو) مگر شیعہ نے تحریف کر کے یہ مطلب بنا لیا کہ علیؓ نے اس کو جمع کیا ہے اور اس

کے مطابق پڑھا جب علیؓ پڑھیں تو تم ان کی قرأت کی پیروی کرو (نعوذ باللہ من ذٰلک)

اور شیعہ انتہائی گمراہی کی وجہ سے یہ الزام لگاتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے بعض قرآنی آیات کو جو اہل بیت کی مدح میں تھیں چھپالیا انہیں قرآن میں داخل نہیں کیا۔

کتب شیعہ قابل اعتبار نہیں

(پس شیعہ کی کتابوں کا کیا اعتبار؟) نیز پہلے گزرا کہ ان کا ایک گروہ اپنے فائدہ اور بھلائی کے لیے جھوٹی شہادت دینا بھی جائز سمجھتا ہے، ان فساد انگیزیوں کی بنا پر شیعہ مستحق طعن و اعتراض ہوئے اور عدالت و اعتماد ان سے بالکل اٹھ گیا۔ ان کی جمع کردہ کتابیں درجہ اعتبار سے گر گئیں ان کتابوں کا درجہ ایسا ہی ہے جیسا تحریف شدہ توریت و انجیل کا (اس لیے کتب شیعہ میں احادیث مدح خلفا کے نہ ہونے سے ان کی صحت میں فرق نہیں آتا۔

کتب اہلسنت میں صرف مدحِ خلفاء ہے

اہلسنت کی کتابوں مثلاً صحیح بخاری، جو کتاب اللہ کے بعد صحیح ترین کتاب ہے اور صحیح مسلم وغیرہ میں خلفائے ثلثہ کی تعریف اور تعظیم کے سوا مذمت کی کوئی حدیث نہیں۔ اہل تشیع نے اپنی طبیعت کے فساد اور بے اعتدالی مزاج کی وجہ سے جس کو مذمت تصور کیا ہے وہ ان کا باطل تصور اور فاسد خیال ہے بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ وہ شخص جس پر صفرا کا غلبہ ہو مٹھائی کو کڑوا جانتا اور بتاتا ہے، اور اس کی تحقیق پہلے گزر چکی ہے آیت کریمہ جس کا مضمون یہ ہے:۔

> ”رہے وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے، وہ فتنہ وفساد برپا کرنے کے لیے متشابہات کی تاویلات کے درپے ہوا کرتے ہیں۔“

بالکل ان کے حسب حال ہے (کیونکہ یہ بھی دلوں کی کجی کی بنا پر قرآن وحدیث کی غلط تاویلیں کرتے ہیں)

وضع احادیث کے الزام کا جواب

شیعہ کا یہ اعتراض کہ بعض اہلسنت نے مصلحت کے لیے وضع حدیث کو جائز قرار دیا ہے اس لیے ایسی حدیث پر جو دونوں فریق کی متفق علیہ نہ ہو کوئی اعتماد نہیں ہو سکتا، اس

صورت میں درخورِ اعتنا ہوسکتا ہے کہ جمہور اہلسنت نے ایسے بعض افراد کے کلام کو رد نہ کیا ہو اور ان کی تردید اور انکار کے درپے نہ ہوئے ہیں اور ان کے جھوٹ کو نمایاں نہ کیا ہو اور امر واقعہ یوں نہیں بلکہ جمہور اہلسنت نے اپنی کتابوں میں ایسے لوگوں کے کذب و افتراء کو پوری طرح کھول دیا اور اسے درجہ اعتبار سے ساقط قرار دے دیا ہے اس لیے اہلسنت پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوسکتا اور نہ حق باطل سے ملتبس ہوسکتا ہے۔ حق کی دلیل واضح کی جا چکی ہے اور باطل کا بطلان کھول دیا گیا ہے۔

احادیث مدح کو خبر واحد کہہ کر شیعہ کی کفر سے بچنے کی کوشش

نیز شیعہ نے بطریق منع یہ کہا (احادیث مدح اگر مان بھی لی جائیں تو وہ خبر واحد ہیں) اور خبر واحد کی مخالفت کو موجب کفر قرار دینا قابل تسلیم نہیں اس لیے کہ اخبار احاد کی مخالفت مجتہدین (اہلسنت) کی طرف سے بھی وقوع پذیر ہوئی ہے۔

جواب

واضح رہے کہ جو احادیث خلفائے ثلثہ کی تعریف و تعظیم کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں وہ اگرچہ الفاظ کے اعتبار سے اخبار آحاد ہیں لیکن راویوں کی کثرت اور طرق کے تعدد و تکثر کی بنا پر تواتر معنوی کے درجہ پر پہنچی ہوئی ہیں، جیسا کہ اوپر گزرا اور بلاشک وشبہ ان کے مدلول (یعنی حقانیت خلفاء) سے انکار کرنا کفر ہے، مجتہدین (اہلسنت) سے اس نوع کے اخبار آحاد کی مخالفت سرزد نہیں ہوئی بلکہ امام ابوحنیفہؒ جو اہل سنت کے رئیس و رئیس ہیں۔ مطلق خبر واحد بلکہ قول صحابی کو بھی قیاس پر مقدم رکھتے ہیں اور اس کی مخالفت کو جائز نہیں سمجھتے۔

ضمنی مقدمہ کو منع کر کے شیعہ کا احادیث مدح پر اعتراض

نیز شیعہ نے خلفاء کی مدح (احادیث میں) وارد ہونے کو تسلیم کرتے ہوئے ایک ضمنی مقدمہ سے (کہ ممدوح پیغمبر علیہ السلام محمود العاقبۃ ہوتا ہے) انکار کر دیا ہے (اور سند منع یہ پیش کی ہے) کہ پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام نے خلفائے ثلثہ کی جو تعظیم و توقیر، ان سے مخالفت کے سرزد ہونے سے پیشتر کی ہے وہ ان کے حسن خاتمہ کی دلیل نہیں ہوسکتی۔ اس لیے کہ گناہ صادر ہونے سے پہلے، خواہ معلوم ہو کہ (فلاں شخص سے) گناہ سرزد ہوگا، سزا دینا نامناسب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت علیؓ نے ابن ملجم کے عمل (قتل علیؓ) کی خبر (اگرچہ

پہلے سے) دے دی تھی مگر اس کو کوئی سزا نہیں دی۔

جواب از حضرتِ مجددؒ

معلوم ہونا چاہیے کہ جو احادیث مدح خلفاء میں وارد ہوئی ہیں وہ ان کی سلامتی عاقبت اور حسن خاتمہ پر دلالت کرتی ہے چنانچہ جو حدیثیں ہم نے ذکر کیں ان سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے اور اس قسم کی حسن اور صحیح احادیث بہت سی ہیں اس لیے کہ جس شخص سے گناہ کا صادر ہونا معلوم ہو اگر اس کو قبل از صدور جرم سزا دینا مناسب نہیں ہے تو اس کی مدح کرنا بھی تو مناسب نہیں پس خلفاء کی مدح کا وارد ہونا ان کے حال و مآل کی خوبی پر دلالت کرتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اگرچہ ابن ملجم کو (باوجود اطلاع جرم قبل از صدور جرم) سزا نہیں دی تو اس کی مدح و توصیف بھی بالکل نہیں فرمائی (بلکہ قدح ہی فرمائی) اس مبحث کی پوری تحقیق آیہ لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ الآیہ میں ذکر کی جائے گی۔

علمائے ماوراء النہر کی دوسری دلیل دربارۂ تکفیر شیعہ

علمائے ماوراء النہر رحمہم اللہ سبحانہ نے دوسری دلیل یہ پیش کی تھی کہ تینوں خلفاء بموجب آیہ لَقَدْ رَضِیَ[1] اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ خدائے تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کا شرف حاصل کر چکے ہیں پس ان کو برا بھلا کہنا یقیناً موجب کفر ہے۔

شیعہ کی طرف سے جواب

اس کے جواب میں شیعہ نے نقض کے طور پر کہا اور اس آیت کی رو سے خلفاء سے خدا کے راضی ہونے کے ثبوت کو منع کیا اور یہ وضاحت کی کہ باریک بینی سے پتہ چلتا ہے کہ آیت کا مدلول حق تعالیٰ کا خاص اس فعل سے راضی ہونا ہے جو بیعت ہے اور اس کا انکار کوئی نہیں کرتا کہ بعض اچھے افعال بھی ان سے صادر ہوئے ہیں۔ کلام اس میں ہے کہ ان سے (نعوذ باللہ) کچھ برے افعال بھی سرزد ہوئے ہیں جو اس عہد اور بیعت کے منافی ہیں۔ چنانچہ خلافت کے معاملہ میں انھوں نے پیغمبر ﷺ کی نص کی مخالفت کی اور خلافت غصب کر لی، اور حضرت فاطمہؓ کو رنجیدہ کیا جیسا کہ صحیح بخاری میں مذکور ہے اور مشکوۃ میں

---

1 یقیناً اللہ تعالیٰ مومنین سے راضی ہوا جبکہ وہ (اے پیغمبر ﷺ!) آپ کے ہاتھ پر اس درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔

حضرت فاطمہ علیہا الرضوان کے بارے میں (ارشاد حضور ﷺ) منقول ہے کہ "جس نے انھیں ستایا اس نے مجھے ستایا۔" اور جس نے مجھے دکھ دیا اس نے خدا کو ایذا پہنچائی" اور خدا کا سچا کلام اس مضمون کو ظاہر کرتا ہے کہ "جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو دکھ پہنچائیں ان پر دنیا اور آخرت میں خدا کی لعنت پڑے گی۔

خلاصہ یہ کہ نعوذ باللہ خلفائے ثلثہ ان مذموم افعال کے صدور اور حضور علیہ السلام کی وصیت کو پورا ہونے سے روکنے اور لشکر اسامہؓ سے تخلف کرنے کی وجہ سے طعن و مذمت کے مستحق ہو گئے ہیں اس لیے کہ عاقبت کی سلامتی، اعمال کے حسن خاتمہ اور خدائے برتر کے (محبوب) پیغمبر کی بیعت اور عہد کو پورا کرنے پر موقوف ہے۔

حضرت مجدد رحمہ اللہ کی طرف سے جواب الجواب

جس مقدمہ پر شیعہ نے منع وارد کیا ہے اس کے ثبوت اور اس کے مستلزم رضا ہونے کے سلسلہ میں عرض ہے کہ آیت کا مدلول تحقیقاً بھی اور تدقیقاً بھی خدائے تعالیٰ کا ان سب مومنین سے راضی ہونا ہے جنھوں نے اس وقت آنحضرت ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ زیادہ سے زیادہ باریک بینی ادھر رہنمائی کرتی ہے کہ خدائے تعالیٰ کے ان سے راضی ہونے کا سبب ان کی بیعت ہے۔ بیشک بیعت کا پسندیدہ ہونا صرف اس بات سے سمجھ میں آتا ہے کہ جب بیعت رضا کا سبب ہوئی اور مومنین بیعت کی وجہ سے پسندیدۂ خدا ٹھہرے تو خود بیعت بدرجہ اولیٰ پسندیدہ ہوگی لیکن شیعہ کے خیال کے مطابق بیعت کا اصالۃً پسندیدہ ہونا باوجود اس علم کے کہ جو لوگ وصف بیعت سے موصوف ہو رہے ہیں، وہ خدا کی نظر میں ناپسندیدہ ہیں بالکل اس آیت کا مفہوم نہیں ہو سکتا۔ یہ بات اس شخص پر جو کلام عربی کے اسالیب سے تھوڑی سی بھی واقفیت رکھتا ہے۔ پوشیدہ نہیں اور جب امر حق اہل تشیع پر مشتبہ ہو گیا تو انھوں نے اپنی اس غلط روی کو باریک بینی اور تدقیق کا نام دے دیا۔

خلاصہ کلام

میں کہتا ہوں کہ جس جماعت سے حق سبحانہٗ تعالیٰ راضی ہو، جن کے دل کی پوشیدہ نیتوں اور رازوں کو وہ جانتا ہو، جن پر سکینۂ وطمانیت قلب نازل فرما دی ہو جیسا کہ باری تعالیٰ کا یہ قول دلالت کرتا ہے۔

(ترجمہ آیت) ''پس جان لیا (اللہ نے) جو ان کے دل میں تھا پھر
نازل فرمادیا ان پر اطمینان و جمعیت خاطر۔''

اور جن کو سرور کائنات ﷺ نے جنت کی بشارت دے دی ہو وہ یقیناً برے انجام اور عہد بیعت کے توڑنے سے محفوظ و مامون ہیں۔

دوسرا جواب برتقدیر تسلیم

علاوہ ازیں ہم کہتے ہیں کہ اگر (بالفرض) آیت کی مراد شیعہ کے قول کے مطابق بھی ہو کہ اللہ تعالیٰ ان کے خاص فعل بیعت سے راضی ہے تو جب حق تعالیٰ ان کی بیعت سے راضی ہوا اور اس نے ان کے اس فعل کو مستحسن قرار دیا تو وہ لوگ جو وصف بیعت سے موصوف ہیں یقیناً وہ خدا کے پسندیدہ اور محمود العاقبۃ ہوئے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کفار کے افعال حسنہ سے بھی راضی نہیں اور اسی طرح اس جماعت کے افعال سے بھی راضی نہیں جو (اس کی نظر میں) مذموم العاقبۃ ہیں اور نہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کو پسندیدہ قرار دیا ہے۔ خواہ وہ افعال اپنے درجہ میں حسنہ اور صالحہ کی صورت میں کیوں نہ ہوں۔ چنانچہ حق تعالیٰ ایسے لوگوں کے اعمال صالحہ کے بارے میں فرماتا ہے۔

(ترجمہ آیت) ''اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ان کے اعمال ایسے ہیں کہ جیسے چٹیل میدانوں میں سراب کہ پیاسا اسے پانی سمجھے اور جب پاس آئے تو کچھ نہ پائے۔''

دوسری جگہ ارشاد ہے:۔

''اور جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے گا اور کافر ہونے کی حالت میں مرے گا تو ایسے لوگوں کے اعمال، دنیا اور آخرت دونوں میں اکارت گئے۔''

پس وہ عمل جو نہ دنیا میں کام آئے نہ آخرت میں بلکہ ناچیز و نابود ہو کر رہ جائے تو ایسے عمل سے خدا کے راضی ہونے کے کوئی معنی نہیں اس لیے کہ رضا تو قبولیت کا آخری درجہ ہے اور خدائے عزوجل کی بارگاہ میں رد ہو یا قبول، صرف مآل و انجام کے لحاظ سے ہوتا ہے۔ اِنَّمَا الْعِبْرَۃُ بِالْخَوَاتِیْم کیونکہ اعتبار انجام کا ہے۔

خلافت علیؓ کے بارے میں نص کا وارد نہ ہونا!

(رہا شیعہ کا دربارۂ خلافت علی ورودِ نص کا دعوی کرنا تو یہ صحیح نہیں کیونکہ) حضرت پیغمبر ﷺ سے حضرت علیؓ کی خلافت کے لیے نص کا وارد ثابت نہیں بلکہ اس کے نہ وارد ہونے پر حجت قائم ہو چکی ہے اس لیے کہ اگر ایسی کوئی نص وارد ہوتی تو اس کو تواتر کے ساتھ نقل کیا جاتا کیونکہ اس کو نقل و بیان کرنے کی ضرورت (بوجہ اہمیت و وقوع اختلاف) زیادہ تھی جیسا کہ برسر منبر خطیب کا قتل کر دیا جانا (بوجہ اہمیت زبان زدِ خلق ہو جاتا ہے)

نیز (اگر کوئی نص ہوتی) تو حضرت علیؓ اس کو اپنی دلیل کے طور پر پیش کرتے اور حضرت ابوبکرؓ کو خلافت سے روکتے جس طرح حضرت ابوبکرؓ نے انصار کو دعوئی امامت سے، از روئے حدیث الائمة من قریش (ائمہ قریش میں سے ہوں گے) روک دیا تھا اور انصار اس کو قبول کر کے امامت سے دست بردار ہو گئے تھے۔

شارح تجرید فرماتے ہیں:۔

جس شخص کو دین سے ذرا سا بھی لگاؤ ہے وہ یہ کیسے گمان کر سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کرام جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کی حمایت، شریعت کے قیام، اتباع پیغمبر ﷺ اور پیروی شریعت کے سلسلہ میں اپنی جانیں قربان کر دیں۔ مال لٹا دیے، اپنے عزیزوں، قریبیوں کو (جہاد میں) موت کے گھاٹ اتروا دیا تھا پھر وہ ایسے ہو گئے کہ (بزعم شیعہ) ایسی نصوص کے ہوتے ہوئے بھی، جو قطعی ہیں اور مراد (یعنی خلافت علیؓ) پر کھلی دلالت کرتی ہیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دفن کرنے سے پہلے ہی حضور کی مخالفت کرنے لگے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ روایات شیعہ نے خلافت علیؓ کے لیے خود گھڑی ہیں، بلکہ اس موضوع پر کچھ ایسی روایات اور علامات پائی جاتی ہیں جو سب مل کر (شیعہ کی مخترعہ) ان جیسی روایات کی قطعی نفی کر دیتی ہیں۔

۱۔ بلکہ اس قسم کی روایات قابل اعتماد محدثین سے منقول نہیں باوجودیکہ وہ حضرت علیؓ سے شدید محبت رکھتے ہیں اور انھوں نے دنیوی اور اُخروی معاملات میں حضرت علیؓ کے مناقب و کمالات کی روایات بکثرت نقل کی ہیں۔

۲۔ اور نہ حضرت علیؓ نے اپنے خطبوں میں، اپنے مکاتبات میں اور اپنے بیان

مفاخرت وخصومات کے ذیل میں ان کو نقل کیا ہے اور نہ حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کرنے میں تاخیر کے وقت پیش کیا اور نہ اس وقت ذکر کیا جب حضرت عمرؓ نے خلافت کو چھ افراد کے درمیان شوریٰ قرار دیا (حالانکہ) خود حضرت علی بھی شوریٰ میں شامل تھے۔

۳۔ اور (حالانکہ اس وقت) حضرت عباسؓ نے حضرت علیؓ سے کہا تھا کہ "آپ اپنا ہاتھ بڑھائیے! میں آپ کی بیعت کرتا ہوں تو لوگ یہ چرچا کریں گے کہ یہ (عباسؓ) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا ہیں جنھوں نے حضور ﷺ کے چچا زاد بھائی (علیؓ) کے ہاتھ پر بیعت خلافت کر لی ہے۔ پھر آپ کی خلافت میں دو شخصوں کے درمیان بھی اختلاف نہ ہو پائے گا۔" (مگر حضرت علیؓ نے ایسا کرنا منظور نہ کیا)

۴۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ کاش! میں رسول اللہ ﷺ سے دریافت کر لیتا کہ خلافت کا معاملہ کس کے حق میں ہوگا تو ہمارے درمیان اس بارے میں نزاع نہ ہوتا (اس سے معلوم ہوا کہ دربارۂ خلافت علیؓ کوئی نص حضور سے ثابت نہیں)

۵۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت معاویہؓ کے لوگوں سے بیعت خلافت لینے کے وقت ان سے مناظرہ ومباحثہ فرمایا اور اس وقت بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے کوئی نص پیش نہیں فرمائی۔

آزار فاطمہ کا جواب

اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو آزار پہنچانے کی ممانعت جو حدیث میں آئی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس سے مطلق آزار خواہ کسی نہج اور کسی وجہ سے ہو مراد نہیں ہو سکتا اس لیے کہ حضرت فاطمہؓ کو بعض اوقات حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی گونہ تکلیف پہنچی ہے جیسا کہ بعض روایات میں مذکور ہے۔

نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعض ازواج کو خطاب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔

"عائشہؓ کے سلسلے میں مجھے اذیت نہ پہنچاؤ اس لیے کہ عائشہ وہ ہیں کہ جن کے سوا کسی اور زوجہ کے ملبوس میں ہوتے ہوئے مجھے وحی نہیں آتی۔"

اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہؓ کی آزردگی کو اپنی آزردگی قرار دیا ہے اور کوئی شبہ نہیں کہ حضرت علیؓ کی طرف سے حضرت عائشہؓ کو بعض تکالیف پہنچی ہیں۔

حدیث کی صحیح مراد

اس لیے عرض ہے کہ حدیث شریف میں جس ایذا رسانی کی ممانعت ہے اس سے وہ ایذا رسانی مراد ہے جو نفسانی خواہش کی بنا پر اور شیطانی ارادہ کی بنا پر ہو اور وہ تکلیف جو کلمہ حق کی اظہار کی راہ سے (بتقاضائے بشریت) محسوس کی جائے اور وہ کلمہ حق حدیث اور نص کے مطابق ہو، ایسے آزار سے نہی حدیث کا مدلول نہیں۔ سب جانتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ سے حضرت فاطمہ زہرا علیہا الرضوان کی ناخوشنودی فدک کی وراثت سے منع کرنے کی وجہ سے تھی اور حضرت صدیق اکبر منع وراثت میں نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس حدیث کو بطور دلیل پیش فرمارہے تھے کہ:۔

> ''ہم نبیوں کے طبقہ میں وراثت نہیں چلتی، ہم جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ مال صدقہ ہوتا ہے۔''

(پس وراثت سے منع کرنے میں حضرت ابوبکر صدیقؓ ہوائے نفسانی کے تابع نہ تھے اس لیے یہ آزار وعید کے تحت نہیں آتا۔

ایک شبہ کا ازالہ

اگر کوئی یہ شبہ پیدا کرے کہ جب حضرت صدیق اکبرؓ دلیل میں حدیث پیش کر رہے تھے اور جو حکم آپؓ نے آنحضرت ﷺ سے سنا تھا۔ وہی بیان فرمارہے تھے تو حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کیوں غضبناک اور رنجیدہ ہوئیں کیونکہ یہ رنجیدگی تو درحقیقت آنحضرت ﷺ سے ناراضی بن جاتی ہے اور یہ شرعاً ممنوع ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ غصہ اور آزار اپنے اختیار اور ارادہ سے نہ تھا بلکہ عنصری خلقت اور بشری طبیعت کے تقاضے پر مبنی تھا، جو انسان کے قدرت و اختیار اور ارادہ کے تحت نہیں ہوتا اس لیے نہی و ممانعت کا اس سے کوئی تعلق نہیں فافہم۔

۳۔ علمائے ماوراء النہر کی تیسری دلیل

علمائے ماوراء النہر کی تیسری دلیل یہ تھی کہ باری تعالیٰ نے حضرت ابوبکرؓ کو پیغمبر

علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صاحب اور ساتھی فرمایا ہے اور صاحب پیغمبر علیہ السلام قابل لعن و مذمت نہیں ہوسکتا۔

شیعہ کا جواب

شیعہ نے بطریق منع کہا (کہ ہمیں یہ تسلیم نہیں کیونکہ) آیت ذیل ''اس کے ساتھی نے اس سے گفتگو کرتے ہوئے کہا۔ کیا تو کافر ہوگیا ہے۔'' دلالت کرتی ہے کہ کافر اور مسلمان کے درمیان بھی مصاحبت ہوسکتی ہے اور یہ آیت بھی (ترجمہ) ''اے زنداں کے دونوں ساتھیو! کیا متعدد اور کئی خدا بہتر ہیں یا ایک خدائے واحد و قہار'' اسی مقصد کی تائید کرتی ہے کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام نے ایسے دو شخصوں کو اپنا صاحب کہا ہے جو بت پرست تھے، اس سے ثابت ہوا کہ محض صاحب پیغمبر ہونا خوبی کی دلیل نہیں۔

ہر کہ او رُوئے بہ بہبود نداشت
دیدن روئے نبی سود نداشت

جواب از حضرت مجددؒ

شیعہ جس مقدمہ کی تسلیم سے انکار کرتے ہیں، میں اس کا ثبوت پیش کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ بہ شرطے کہ باہمی مناسبت ہو مصاحبت کا اثر ضرور ہوتا ہے اور صحبت کی تاثیر سے انکار کرنا ہدایت کے خلاف اور عرف و عادت کے منافی ہے ایک بزرگ فرماتے ہیں۔

ہر کہ از آثار صحبت منکر است
جہل او برما مقرر می شود

یعنی تاثیر صحبت کا منکر جاہل ہے۔ چونکہ مسلمان اور کافر کے درمیان کوئی مناسبت نہیں پائی جاتی اس لیے کفار محروم رہ گئے مگر اس کے باوجود منقول ہے کہ وہ دونوں بت پرست حضرت یوسف علیہ السلام کی صحبت کی برکت سے مسلمان ہوگئے تھے اور مشرکوں کے دین سے انھوں نے بیزاری کا اعلان کر دیا تھا۔

خلاصہ کلام

تو حضرت صدیق اکبرؓ باوجود پوری پوری مناسبت کے آنحضرت ﷺ کی صحبت کی سعادت سے کیوں سعادت اندوز نہ ہوں گے اور سرور کائنات ﷺ کے معارف اور

کمالات سے کیسے محروم رہ سکتے ہیں حالانکہ خود آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں:۔

''اللہ نے (معرفت کی) کوئی بات میرے سینہ میں نہیں ڈالی جو میں نے ابوبکرؓ کے سینہ میں نہ بھر دی ہو۔''

ثبوت افضلیت ابوبکرؓ

اور باہمی مناسبت جس قدر زیادہ ہوگی اسی قدر صحبت کے فوائد زیادہ ہوں گے اسی لیے حضرت ابوبکرؓ تمام صحابہ سے افضل ٹھہرے اور کوئی دوسرا صحابی ان کے مرتبہ کو نہ پہنچ سکا، کیونکہ حضرت ابوبکرؓ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دیگر تمام صحابہ سے زیادہ مناسبت رکھتے تھے۔ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے کہ:۔

''ابوبکرؓ نمازوں یا روزوں کی کثرت کی وجہ سے فضیلت یاب نہیں ہوئے بلکہ اس چیز کی وجہ سے ہوئے جو ان کے دل میں کھپ گئی۔''

علماء کا قول ہے کہ وہ شے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت اور فنا فی الرسول ہو جانا ہے۔ پس انصاف کرنا چاہیے کہ اس درجہ کا مصاحب پیغمبر کیسے قابل لعن و مذمت ہو سکتا ہے؟ یہ الفاظ بڑے سخت ہیں جو ان کے منہ سے نکل رہے ہیں، درحقیقت وہ دروغ بیانی کے سوا اور کچھ نہیں کہتے۔''

علمائے ماوراء النہر کی چوتھی دلیل

علماء کی چوتھی دلیل یہ تھی کہ بیعت خلافت کے وقت خود حضرت علیؓ کمال وصف شجاعت کے باوجود خلفائے ثلثہ کے درمیان موجود تھے اور انھوں نے نہ صرف یہ کہ روکا نہیں بلکہ خود بھی اطاعت اور بیعت کی اور یہ واقعہ دلیل ہے بیعت کے حق اور صحیح ہونے کی ورنہ حضرت علیؓ پر حرف آتا ہے (کہ امر ناجائز میں اطاعت کی)

جواب شیعہ

شیعہ نے جو کچھ جواب میں کہا وہ بطریق مناقضہ ہے اور اسے الزام مشترک کے طور پر چلتا کر دیا ہے۔ البتہ اس کی توجیہ بطریق منع بھی ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ فن مناظرہ میں تھوڑی سی سوجھ بوجھ رکھنے والا بھی جانتا ہے۔

انھوں نے نمایاں طور پر یہ بات بیان کی کہ اس سے پہلے کہ حضرت علیؓ رسول اللہ ﷺ کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہوں حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ نے سقیفہ بنی ساعدہ میں اکثر اصحاب کو جمع کر لیا اور حضرت ابوبکرؓ کے لیے بیعت خلافت لے لی اور حضرت علیؓ نے اطلاع پانے کے بعد اپنے متبعین کی قلت اور اہل حق کے ہلاک ہو جانے کے خطرہ کے پیش نظر یا اور کسی ایسی ہی وجہ کی بنا پر جنگ کا ارتکاب نہیں کیا اس لیے یہ بیعت حقانیت پر دلالت نہیں کرتی۔

الزام و نقض از طرف شیعہ

۱۔ (نیز شیعہ نے بطریق الزام یہ کہا کہ اگر اہل حق (کسی وجہ سے) اہل باطل کے ساتھ جنگ نہ کریں تو اس سے اہل باطل کا حق پر ہونا لازم نہیں آتا) اس لیے کہ حضرت علیؓ باوجود کمال شجاعت کے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں موجود تھے، اور خود رسول خدا ﷺ بھی شجاعت و قوت میں حضرت علیؓ سے کم نہ تھے۔ پھر بھی ہمارے پیغمبر ﷺ نے اور حضرت علیؓ اور تمام صحابہؓ نے (کافی عرصہ تک) کفار قریش کے ساتھ جنگ نہ کی بلکہ مکہ معظمہ سے ہجرت اختیار کی اور کچھ مدت کے بعد جب مکہ کا رُخ کیا تو صلح حدیبیہ کر کے واپس ہو گئے۔ پس جو وجہ بھی پیغمبر ﷺ اور حضرت علیؓ اور دیگر تمام صحابہ کے کفار سے نہ لڑنے کی ہو سکتی ہے۔ وہی حضرت علیؓ کے تنہا جنگ نہ کرنے کی بھی قرار دی جا سکتی بلکہ کچھ اور اضافہ کے ساتھ اس لیے ظاہر ہے کہ کفار قریش کے اہل حق ہونے کی صورت (تاویلاً) بھی نہیں نکل سکتی تھی (خلفاء کے بارے میں بقول اہل تسنن متصور ہو سکتی ہے)

۲۔ بلکہ اہل تحقیق کے نزدیک یہ نقض (پیغمبر سے بھی) اور اوپر جاری ہو سکتا ہے وہ اس طرح کہ فرعون خدائی کا دعویٰ کرتے ہوئے بھی چار سو برس مسند حکومت پر متمکن رہا اور اسی طرح شداد اور نمرود وغیرہ میں سے ہر ایک برسوں اسی دعویٰ (خدائی) پر قائم رہے اور خداوند تعالیٰ نے باوجود کمال قدرت کے انھیں ہلاک نہیں کیا پس جب خدائے تعالیٰ کے حق میں دشمن کی مدافعت کرنے میں تاخیر سے کام لینے کی گنجائش ہے تو ایک اکیلے بندہ کے حق میں تو بدرجہ اولیٰ یہ گنجائش

ہو گی۔

بطریق منع

اور یہ جو علماء ماوراء النہر نے فرمایا کہ حضرت علیؓ نے خلفاء کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو اس کا وقوع بدون جبر اور تقیہ کے غیر مسلم ہے۔

قول فیصل از حضرت مجددؒ

حقیقت حال کا زیادہ علم تو حق سبحانہ کو ہے لیکن (اسی کی مدد سے) میں اس اشکال کو دور کرنے کے لیے عرض کرتا ہوں کہ:۔

علماء ماوراء النہر نے حضرت علیؓ کے حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ جنگ نہ کرنے اور ان کی اطاعت کرنے ان دونوں باتوں کے مجموعہ کو حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے حق ہونے کی دلیل ٹھہرایا ہے اور اس میں ذرا شک نہیں کہ اہل تشیع کی تقریر کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے جو تاخیر کفار قریش سے لڑنے میں کی اور جو تاخیر اللہ تعالیٰ نے فرعون، شداد اور نمرود کو ہلاک کرنے میں فرمائی اس سے یہ دلیل نہیں ٹوٹتی۔ اس لیے کہ دلیل کا دوسرا حصہ (متابعت) یہاں نہیں پایا جاتا بلکہ اس کی نقیض (عدم متابعت بلکہ مخالفت) پائی جاتی ہے کیونکہ حضرت پیغمبر ﷺ اور خدائے تعالیٰ نے کفار کی شناعت اور مذمت کے اظہار کے سوا اور کچھ نہیں فرمایا اور سوائے برائی کے ان کی کسی اچھائی کا ذکر نہیں کیا، تو کہاں یہ اور کہاں وہ (یعنی شیعہ کے نقض کو علماء ماوراء النہر کی دلیل سے کیا تعلق؟)

شیعہ تقیہ کے کیوں قائل ہوئے؟

شیعہ نے جب حضرت علیؓ کے حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لینے کے واقعہ سے انکار کی گنجائش نہ پائی کیونکہ یہ خبر متواتر ہے جس کا انکار عقلی بداہت کے منافی ہے تو مجبوراً اکراہ اور تقیہ کے قائل ہو گئے اور حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت کو باطل قرار دینے کے لیے اس سے بہتر کوئی بات ان کے ہاتھ نہ آئی اور وہ اپنے لیے راہِ فرار اس کے سوا پیدا نہ کر سکے۔

خلافت کا حق ہونا اور تقیہ کا باطل ہونا

اب میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی خلافت کے برحق ہونے اور اکراہ و تقیہ کے احتمال کو دفع کرنے کے لیے عرض کرتا ہوں کہ صحابہ کرامؓ جو پیغمبر ﷺ کی وفات کے بعد اور

دفن سے پیشتر امام کے انتخاب میں مصروف ہو گئے، اور زمانہ نبوت ختم ہو جانے کے بعد کسی کو (فوراً) منصف امامت پر کھڑا کرنا واجب اور ضروری سمجھا بلکہ اس کو واجبات میں سے سب سے اہم قرار دیا وہ اس لیے تھا کہ آنحضرت ﷺ حدود اللہ کے قیام، سرحدوں کی دیکھ بھال اور اسلام کی حفاظت اور جہاد کے لیے لشکروں کی روانگی کے احکامات صادر فرما چکے تھے (جن کی تعمیل واجب تھی) پس جس چیز (یعنی نصب امام) کے بغیر ایک غیر مشروط واجب کی تعمیل نہ کی جا سکے اور اس چیز کا عمل میں لانا اپنی قدرت میں بھی ہو تو وہ بھی واجب العمل ہو جائے گی (اس لیے تقرر امام اس وقت کا اولین فریضہ تھا)

تقرر امام کی تقدیم کی وجہ

اسی لیے حضرت ابوبکرؓ نے یہ تقریر فرمائی:۔

> ''اے لوگو! جو شخص محمد ﷺ کی پرستش کرتا تھا اسے معلوم ہونا چاہیے کہ محمد ﷺ وفات پا گئے اور جو خدا کی پرستش کرتا تھا وہ سن لے کہ خدا زندہ ہے اور ہرگز فنا ہونے والا نہیں ہے۔ اس (اقامت دین کے) معاملہ کے لیے ایسے شخص کی ضرورت ہے جو اسے قائم رکھ سکے غور کرو اور اپنی رائے پیش کرو، یہ سن کر سب نے کہا کہ آپ نے درست فرمایا۔''

واقعہ بیعت کی رُوداد

پھر سب سے پہلے حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے ہاتھ پر بیعت کی، اس کے بعد تمام مہاجرین اور انصار نے بیعت کر لی، ان کے بیعت کر لینے کے بعد حضرت ابوبکرؓ منبر پر چڑھے اور مجمع پر نظر کی تو حضرت زبیرؓ کو موجود نہ پایا۔ فرمایا کہ انھیں حاضر کریں جب وہ حاضر ہوئے تو صدیق اکبرؓ نے فرمایا۔ ''کیا تم مسلمانوں کے اجماع کو توڑنا چاہتے ہو۔'' حضرت زبیرؓ نے عرض کی نہیں لا تثریب یا خلیفۃ رسول اللہ اے خلیفہ رسولِ خدا! معاف فرمایئے! یہ کہہ کر انھوں نے صدیق اکبرؓ سے بیعت کر لی۔ پھر حضرت ابوبکرؓ نے دوبارہ مجمع کا جائزہ لیا تو حضرت علیؓ کو حاضر نہ پایا۔ فرمایا کہ بلائیں۔ جب وہ حاضر ہوئے تو حضرت ابوبکرؓ نے ارشاد فرمایا کہ کیا آپ مسلمانوں کے اجماع کو توڑنا چاہتے

ہیں؟ حضرت علیؓ نے جواب دیا۔ نہیں! لا تثریب یا خلیفة رسول اللہ اور اس کے بعد انھوں نے بھی بیعت کر لی۔

تاخیر بیعت کا عذر

حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ نے تاخیر بیعت کا عذر یہ پیش کیا کہ ہمیں محض مشورہ میں شریک نہ ہو سکنے کا رنج و غصہ ہے ویسے ہم کو یقین ہے کہ ابوبکرؓ خلافت کے سب سے زیادہ حقدار ہیں اور وہ رسول کریم ﷺ کے رفیق غار ہیں اور ہم بے شک ان کا شرف و فضیلت جانتے ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں میں سے صرف انہی کو اپنی زندگی میں امامت نماز کا حکم دیا تھا۔

امام شافعی کی تائید

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ:۔

"لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ کی خلافت پر بیعت کی اس لیے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کوئی چارۂ کار نہ رہا تھا کیونکہ انھیں خیمہ آسمان کے نیچے کوئی ایسا شخص نہ ملا جو ابوبکرؓ سے بہتر ہو اس لیے ان کے ہاتھ میں اپنی گردنیں دے دیں۔"

حضرت ابوبکرؓ کی خلافت سے حضرت علیؓ کا راضی ہونا!

ا۔ امت کا اجماع حضرت ابوبکرؓ، علیؓ اور عباسؓ ان تینوں میں کسی ایک کی خلافت کے درست ہونے پر ہو چکا تھا۔ حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ اس معاملہ میں کوئی نزاع نہیں کیا بلکہ بیعت کر لی اس لیے امت کا اجماع حضرت ابوبکرؓ کی خلافت پر مکمل ہو گیا کیونکہ اگر (بالفرض) حضرت ابوبکرؓ حق پر نہ ہوتے تو حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ ان کے ساتھ نزاع کرتے جس طرح حضرت علیؓ نے حضرت معاویہؓ کے ساتھ کیا۔ حضرت معاویہؓ کی شوکت و قوت کے باوجود اپنا حق طلب کیا اور ان کے ساتھ جنگ میں بہت سے لوگوں کے قتل ہو جانے کی بھی پرواہ نہ کی حالانکہ اس وقت مطالبہ حق دشوار تھا اور ابتدائے عہد میں آسان تھا کیونکہ لوگوں کا زمانہ نبی کریم ﷺ سے قریب تر تھا اور ان کی ہمتیں اور

حوصلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احکام کی تعمیل کرنے کی طرف زیادہ مائل تھے۔

۲۔ نیز (ایک موقعہ پر) حضرت عباسؓ نے حضرت علیؓ سے بیعت خلافت لینے کی درخواست کی مگر حضرت علیؓ نے اس کو قبول نہ کیا۔ اگر وہ حق اپنی جانب سمجھتے تو ضرور منظور کر لیتے' جب کہ زبیرؓ جیسا باکمال بہادر ان کے ساتھ تھا اور بنی ہاشم اور ایک کثیر جماعت ان کے ساتھ اتفاق رکھتی تھی۔

اجماع کے ہوتے ہوئے نص کی ضرورت نہیں

حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے حق اور درست ہونے کے لیے اجماع کافی ہے خواہ کوئی نص ان کی خلافت کے بارے میں وارد نہ ہو جیسا کہ جمہور علماء کہتے ہیں بلکہ اجماع نصوص غیر متواترہ کے قوی تر ہوتا ہے کیونکہ اجماع کا مدلول قطعی ہوتا ہے اور نصوص غیر متواترہ کا ظنی۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کی خلافت کے حق ہونے کے بارے میں بعض نصوص بھی وارد ہوئی ہیں جیسا کہ محدثین ومفسرین میں سے محقق حضرات نے ذکر کیا ہے۔ پس اس صورت میں جمہور علماء کے اس قول کا مطلب کہ انه علیه الصلوٰۃ والسلام لم ینتص علیها الاحد (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کسی کی خلافت کے لیے نصاً کچھ نہیں فرمایا) یہ ہوگا کہ آپ نے کسی کو خلافت کا امر نہیں کیا (یعنی اس موقعہ پر نص کے معنی امر کے ہیں)

خلاصہ کلام

غرض ہم نے جو کچھ ذکر کیا۔ اس سے حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت کا برحق ہونا ظاہر اور اکراہ وتقیہ کا احتمال نابود ہو گیا۔ تقیہ کا احتمال تو جب ہوتا کہ اس وقت کے لوگ حق کے تابع نہ ہوتے اور خیر القرون قرنی کی سعادت سے بہرہ اندوز نہ ہوتے حالانکہ ابن الصلاح اور سدی سے منقول ہے کہ ''صحابہ تمام کے تمام عادل ہیں۔ ابن حزم کہتے ہیں۔ تمام صحابہ قطعی طور پر اہل جنت ہیں اس لیے کہ حق تعالیٰ نے اس آیت میں (ترجمہ آیت) ''تم میں سے وہ لوگ جنھوں نے فتح مکہ سے قبل (خدا کی راہ میں) خرچ کیا ہے اور قتال کیا ہے (دوسروں کے) برابر نہیں یہ لوگ ان سے درجہ میں بڑھے ہوئے ہیں جنھوں نے اس کے بعد خرچ کیا اور قتال کیا۔ باقی، اللہ تعالیٰ نے سب کے لیے حسنیٰ (جنت) کا وعدہ کر

رکھا ہے۔" تمام صحابہ سے خطاب فرمایا ہے اس لیے ہر ایک صحابی کا اہل حسنیٰ ہونا ثابت ہو گیا اور حسنیٰ سے مراد جنت ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ

یہ وہم پیدا نہ ہونا چاہیے کہ دونوں گروہوں کے بارے میں انفاق وقتال کی قید لگانے سے وہ اصحاب اہل جنت میں شامل ہونے سے رہ جاتے ہیں، جو اس وصف سے متصف نہیں ہوئے۔ اس لیے کہ یہ قید اغلب واکثریت کی بنا پر مذکور ہوئی ہے، اس لیے اس کا مفہوم مخالف معتبر نہیں۔ علاوہ ازیں کہا جا سکتا ہے کہ مراد یہ ہے کہ جو بھی وصف انفاق و قتال سے متصف ہو خواہ یہ اتصاف قوت و استعداد اور نیت و عزم کے اعتبار سے ہو (اور یہ حال ہر صحابی کا تھا)

تقیہ کے ابطال کی ایک اور وجہ

نیز اکراہ اور تقیہ کے قول سے حضرت علیؓ کی تنقیص لازم آتی ہے۔ اس لیے کہ اکراہ میں عزیمت کا ترک کرنا پایا جاتا ہے (جو غیر اولیٰ ہے) اور تقیہ میں حق کو چھپانا پایا جاتا ہے جو شرعاً ممنوع ہے پس جبکہ ایک مومن عامی بھی حتی الامکان ترک اولیٰ پر راضی نہیں ہوتا اور ممنوعات کا مرتکب ہونا پسند نہیں کرتا تو وہ ہستی جو مخاطب بہ اسد اللہ اور بنت رسول اللہ ﷺ کی سرتاج تھی اور شجاعت و صفدری میں جس کی مثال نہ تھی وہ اس قدر نازیبا امور کی مرتکب کیسے ہو سکتی ہے؟ (حقیقت یہ ہے کہ) اہل تشیع نے کمال نادانی و فرط گمراہی کی وجہ سے حضرت علیؓ کی تنقیص و مذمت کو بھی تکمیل و مدحت تصور کر رکھا ہے اس لیے حسب فرمانِ خداوندی وہ اس آیت کا مصداق ہیں۔ فَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا "جن کو اپنی بداعمالیاں مزین ہو کر خوبیاں نظر آ رہی ہیں۔"

تکفیر شیعہ کے سلسلہ میں علماء کی پانچویں دلیل

۵۔ علماء ماوراء النہر کی پانچویں دلیل یہ تھی کہ چونکہ شیعہ حضرات شیخین (ابوبکرؓ و عمرؓ) اور حضرت ذی النورین (عثمانؓ) اور بعض ازواج مطہرات (مثلاً عائشہؓ) رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر سب وشتم اور لعن وطعن کرنا جائز سمجھتے ہیں اور یہ کفر ہے اس لیے بادشاہ اسلام پر بلکہ تمام لوگوں پر خدائے علیم کے حکم کے ماتحت دین حق

کو بلند کرنے کے لیے ان کا قلع قمع کرنا واجب اور لازم ہے۔ ان کے گھروں کو اجاڑنا اور اموال و ذخائر کو چھین لینا جائز ہے۔

شیعہ کے اقوال، علماء کے جواب میں

اہل تشیع نے اس کے جواب میں یہ کہا (کہ سب شیخین وغیرہا کو ہم کفر تسلیم نہیں کرتے بلکہ اہل تسنن میں سے بھی) شارح عقائد نسفی نے اس بارے میں کہ سب شیخین کفر ہے۔ اشکال ظاہر کیا ہے اور صاحب جامع الاصول شیعہ کو اسلامی فرقوں میں شمار کرتے ہیں، صاحب مواقف بھی اِدھر گئے ہیں، امام محمد غزالی کے نزدیک بھی سب شیخین کفر نہیں ہے۔ شیخ اشعری نہ صرف شیعہ کو بلکہ تمام اہل قبلہ کو کافر نہیں سمجھتے۔ اس لیے جو کچھ حضرات علماء ماوراء النہر نے فرمایا ہے وہ نہ مومنین کے طریقہ کے مطابق ہے اور نہ حدیث و قرآن سے موافقت رکھتا ہے۔

حضرت مجددؒ کی طرف سے جواب

میں دلیل کے مقدمہ ممنوعہ کو ثابت کرنے کے سلسلے میں عرض کرتا ہوں کہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کو سب و شتم کرنا کفر ہے اور احادیث صحیح اس پر دلالت کرتی ہیں منجملہ ان احادیث کے:۔

۱۔ وہ حدیث جس کی تصریح محامل، طبرانی اور حاکم نے عویم بن ساعدہ سے کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے منتخب فرمایا اور میرے لیے کچھ اصحاب منتخب فرمائے ان میں سے کچھ کو میرے لیے وزراء بنایا اور کچھ کو سسرالی قرابت دار۔ پس جو شخص انھیں برا کہے گا اس پر خدا کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت پڑے گی اور اللہ تعالیٰ ان کی عبادت فرض و نفل (انفاق و صدقہ وغیرہ) قبول نہیں فرمائے گا۔

۲۔ دارقطنی نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد ایک قوم ایسی آئے گی کہ وہ (میری) سنت کو ترک کرے گی انھیں رافضی کہا جائے گا۔ اگر تم ان کو پاؤ تو انھیں قتل کر دو اس لیے کہ وہ مشرک ہیں۔ حضرت علیؓ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دریافت کیا یا رسول اللہ ﷺ!

ان کی علامت کیا ہوگی، ارشاد فرمایا کہ افراط محبت میں تمھارے اندر وہ کمالات (الوہیت وغیرہ) بتائیں گے جو تمھارے اندر نہیں ہیں اور سلف صالحین (خلفائے ثلثہ وغیرہ) پر لعن طعن کریں گے۔ دارقطنی نے اس روایت کی دیگر طرق سے بھی تخریج کی ہے اور بروایت علیؓ یہ اضافہ بھی ذکر کیا ہے کہ ان کی علامت یہ ہوگی کہ وہ ابوبکرؓ وعمرؓ کو سب وشتم کریں گے اور جو شخص میرے اصحاب کو سب وشتم کرے گا اس پر خدا کی، ملائکہ کی اور تمام انسانوں کی لعنت پڑے گی۔

یہ اور اس قسم کی بہت سی احادیث آئی ہیں۔ اس مختصر رسالہ میں ان سب کے ذکر کی گنجائش نہیں۔

۳۔ نیز شیخین (ابوبکرؓ وعمرؓ) کو برا کہنا ان سے بُغض کا موجب ہے اور ان سے بغض رکھنا کفر ہے اس حدیث کی رُو سے:

"جس نے میرے اصحاب سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے انھیں ایذا پہنچائی اس نے مجھے ایذا پہنچائی اور جس نے مجھے تکلیف پہنچائی اس نے خدا تعالیٰ کو اذیت پہنچائی۔"

۴۔ نیز ابن عساکر نے تخریج کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:۔

"ابوبکرؓ وعمرؓ سے محبت رکھنا ایمان ہے اور ان سے بغض رکھنا کفر ہے۔"

۵۔ عبداللہ بن احمد نے حضرت انسؓ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا) میں اپنی امت کے لیے ابوبکرؓ وعمرؓ سے محبت رکھنے کی صورت میں اس چیز (یعنی ایمان) کا متوقع ہوں جس کی توقع لا الٰہ الا اللہ کہنے سے ہو سکتی ہے (یعنی ان سے محبت رکھنا ایمان ہے) اور ان کے ساتھ بغض رکھنے کو ان کی محبت پر (جو موجب ایمان ہے) قیاس کر لینا چاہیے اس لیے کہ یہ دونوں باتیں نقیض کی دو جانبین ہیں (اگر ایک ایمان ہے تو دوسری یقیناً کفر ہوگی)

۶۔ نیز مومن کو کافر کہنا خود کہنے والے کے کافر ہو جانے کا موجب ہو جاتا ہے جب کہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ:۔

"جس نے کسی شخص کو کفر کی تہمت لگائی اور یہ کہا کہ تو خدا کا دشمن ہے حالانکہ وہ ایسا نہیں پس اگر وہ واقعی ایسا ہے جیسا اس نے کہا ہے

فیہا ورنہ وہ تکفیر کرنے والے پر پلٹ جائے گی (اور مکفر خود کافر ہو جائے گا)"

اور ہمیں یقین ہے کہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ مومن ہیں اور خدا کے دشمن نہیں ہیں، بلکہ ان کو جنت کی بشارت دی گئی ہے پس ان کی تکفیر (جو شیعہ کرتے ہیں) اس حدیث کی رُو سے خود قائلین پر پلٹے گی اور ان کے کافر ہو جانے کا حکم لگا دیا جائے گا۔

یہ حدیث اگرچہ خبر واحد ہے اور اس کے حدیث ہونے کا منکر اگرچہ کافر نہیں ہوگا، لیکن اس حدیث سے ناحق تکفیر کرنے والوں کا کافر ہو جانا ثابت ہو جاتا ہے (اس لیے ان پر یہ حکم لگانا درست ہوگا)

۷۔ ابوزرعہ رازی جو اپنے عہد کے امام اور بزرگ ترین شیخ الاسلام ہیں، ان کا قول ہے:۔

"جس شخص کو تم دیکھو کہ اصحابِ رسول علیہ السلام میں سے کسی ایک کی بھی تنقیص کرتا ہے، تو سمجھ لو کہ وہ زندیق ہے اور یہ اس لیے کہ قرآن حق ہے، رسول ﷺ برحق ہیں اور جو کچھ رسول اللہ ﷺ لائے ہیں وہ سب حق ہے اور وہ سب کا سب صرف صحابہؓ نے ہم تک پہنچایا ہے پس جو شخص ان کی تنقیص کرتا ہے۔ اس کا مقصد کتاب و سنت کا ابطال ہے پس اس کی تنقیص خود اس پر چسپاں ہوگی اور اس پر زندیق، کاذب اور معاند ہونے کا حکم لگا دیا جائے گا اور یہ فیصلہ صحیح تر اور درست تر ہوگا۔"

۸۔ سہل بن عبداللہ تستریؒ جن کا علم، زہد اور جلالت شان مسلم ہے، فرماتے ہیں:۔

"جو شخص اصحاب رسول اللہ ﷺ کی توقیر و تعظیم نہیں کرتا اس کا ایمان رسول اللہ ﷺ پر نہیں۔"

۹۔ حضرت عبداللہ بن المبارک جن کی جلالت شان اور تفوق علمی تمہارے اطمینان کے لیے کافی ہے ان سے پوچھا گیا:۔

"معاویہؓ اور عمر بن عبدالعزیز میں سے کون افضل ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ وہ غبار جو حضرت معاویہؓ کے گھوڑے کی ناک میں رسول

اللہ ﷺ کے ساتھ (جہاد کرتے ہوئے) داخل ہوا ہے وہ عمر بن عبدالعزیز سے بدرجہا بہتر ہے۔"

حضرت عبداللہ بن مبارک نے ادھر اشارہ کیا ہے کہ پیغمبر ﷺ کی زیارت اور صحبت کی فضیلت کے برابر کوئی چیز نہیں ہوسکتی اور یہ فیصلہ ان صحابہ کے بارے میں ہے جو اکابر صحابہؓ کے علاوہ ہیں، جن کو صرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت نصیب ہوئی ہے۔ پس فیصلہ کرلو ان صحابہ کے بارے میں (جو اکابر صحابہ ہیں اور) جنھوں نے حضور ﷺ کی زیارت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی معیت میں جہاد و قتال بھی کیا یا آپ ﷺ کے عہد مبارک میں آپ ﷺ کے احکامات کی تعمیل کی یا شریعت کا کوئی حکم حضور ﷺ کے بعد آنے والوں کو پہنچایا ہے یا اپنے مال میں سے کچھ آپ کی خاطر فی سبیل اللہ خرچ کیا یہ فضیلت تو ایسی فضیلت ہے۔ جس کا حصول (دوسرے کے لیے) ناممکن ہے۔

بلاشبہ شیخینؓ اکابر صحابہ میں سے ہیں بلکہ سب سے افضل ہیں۔ پس ان کی تکفیر بلکہ تنقیص کفر، زندقہ اور ضلالت کا موجب ہوگی۔ کما لا یخفی.

۱۰۔ محیط میں امام محمد کا فتویٰ مذکور ہے کہ:۔

"روافض کے پیچھے نماز جائز نہیں اس لیے کہ وہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی خلافت کے منکر ہیں حالانکہ ان کی خلافت پر سب صحابہ کا اجماع ہو چکا تھا۔"

۱۱۔ اور خلاصہ میں ہے کہ:۔

"جو شخص حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی خلافت کا انکار کرتا ہے وہ کافر ہے۔"

۱۲۔ اور مرغیانی میں ہے کہ:۔

"صاحب ہوئی و بدعت کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور روافض کے پیچھے جائز نہیں۔"

اس کے بعد فرمایا کہ اس کا حاصل یہ ہے ہر وہ ہوا پرتی اور بدعت جو موجب کفر ہے ایسے صاحب بدعت کے پیچھے نماز (بوجہ اس کے کفر کے) جائز نہیں ورنہ جائز ہے مگر مع الکراہت اور اسی طرح جو شخص حضرت عمرؓ کی خلافت کا منکر ہے اس کے پیچھے نماز جائز نہیں اور یہ قول صحیح تر ہے۔ پس جب ان کی خلافت سے انکار کرنا کفر ہے تو اس شخص کا حکم کیا ہوگا؟ جو انھیں گالیاں دے، اور ان پر (نعوذ باللہ) لعنت بھیجے۔ پس ثابت ہوگیا کہ شیعوں کی تکفیر صحیح احادیث کے موافق اور سلف کے طریق کے عین مطابق ہے۔

اب رہے بعض اہلسنت کے وہ اقوال جو شیعہ نے اہل تشیع کی عدم تکفیر کے بارے میں نقل کیے ہیں۔ وہ اگر بالفرض صحیح بھی ہوں اور ان سے شیعوں کا کافر نہ ہونا نکلتا بھی ہو تو وہ کسی تاویل و توجیہہ پر محمول سمجھے جائیں گے تاکہ احادیث مذکورہ اور مذہب جمہور علماء میں مطابقت رہے۔

لعن کا انکار اور طعن کا اقرار

نیز شیعہ نے حضرت عائشہؓ کو سب وشتم اور لعن کرنے سے انکار کر کے ان کے بارے میں اپنی مزعومہ نص کی مخالفت کی بنا پر طعن و تشنیع کا اقرار کیا ہے اور (اپنی پاکبازی جتاتے ہوئے) کہا ہے کہ اہلسنت جو خباثت اور فحش گوئی حضرت عائشہؓ کے بارے میں اہل تشیع کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ ہرگز صحیح نہیں، لیکن چونکہ حضرت عائشہؓ امر خداوندی وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ (اپنے گھروں میں جمی رہو) کی مخالفت کرتے ہوئے بصرہ میں آئیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ جنگ پر اقدام کیا۔ تو چونکہ مطابق حدیث حَرْبُكَ حَرْبِيْ حضرت علیؓ سے جنگ رسول ﷺ خدا سے جنگ ہے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور پیغمبر ﷺ سے جنگ کرنے والا عنداللہ مقبول نہیں۔ اس لیے حضرت عائشہؓ محل طعن قرار پائیں۔

جواب از حضرت مجددؒ

واضح رہے کہ ازواج مطہراتؓ کو گھروں میں پابند رہنے کا حکم اور باہر نکلنے کی ممانعت مطلقاً ہر حالت اور ہر زمانہ میں ہو یہ اس آیت کی مراد نہیں، بعض ازواج مطہراتؓ کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ سفروں پر جانا اس پر دلالت کرتا ہے (کہ آیت کی مراد مطلقاً نہی نہیں ہے) اس لحاظ سے گھروں میں پابند رہنے کا حکم بعض اوقات اور بعض احوال کے ساتھ مخصوص ہو گیا اور اس عام کے مانند ہو گیا جس میں تخصیص کر لی گئی ہو۔ ایسا عام جس میں سے بعض افراد کو مستثنیٰ کر دیا گیا ہو اپنے مدلول کے لحاظ سے ظنی ہو جاتا ہے اس لیے مجتہد کو حق ہے کہ دوسرے بعض افراد کو بھی علت مشترکہ کے ماتحت اس سے خارج قرار دے دے اور اس میں شبہ نہیں کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا عالمہ اور مجتہدہ تھیں چنانچہ ترمذیؒ ابو موسیٰؓ سے روایت کرتے ہیں۔

ابو موسیٰؓ نے فرمایا۔ ہم اصحاب رسول اللہ ﷺ کو کبھی کوئی ایسا حدیثی اشکال پیش

نہیں آیا کہ ہم نے اس کے بارے میں حضرت عائشہؓ سے پوچھا ہو اور ان کے پاس اس کا کما حقہ علم نہ پایا ہو (یعنی جب کبھی ان سے کسی حدیث کے بارے میں استفسار کیا ہمیشہ تسلی بخش جواب پایا۔)

اسی طرح ترمذیؒ موسیٰ بن طلحہؓ سے روایت کرتے ہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ:۔

"میں نے حضرت عائشہؓ سے فصیح تر شخص نہیں دیکھا۔"

اس لیے ہو سکتا ہے کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے گھر سے نکلنے کو بعض اوقات میں یا بعض حالات میں بعض منافع و مصالح کی خاطر ممانعت عام سے مخصوص و مستثنیٰ سمجھا ہو اور اس میں کوئی حرج نہیں اور نہ یہ کوئی طعن کی بات ہے علاوہ ازیں ہم کہتے ہیں۔ آیت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بغیر پردہ اور نقاب کے نہ نکلیں جیسا کہ قول باری تعالیٰ "اور اپنی زینت غیروں پر اس طرح ظاہر نہ کریں جس طرح کہ زمانہ جاہلیت میں کیا کرتی تھیں۔" اس بات پر دلالت کر رہا ہے، رہا پردہ کے ساتھ نکلنا تو وہ ممانعت کے تحت نہیں آتا۔ نیز محققین کے نزدیک حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کہ یہ نکلنا اصلاح کی خاطر تھا نہ کہ جنگ کے لیے، جیسا کہ مشہور کر دیا گیا ہے اور (اگر جنگ کے لیے ہی ہو تب بھی) اس میں کوئی جرح نہیں کیونکہ وہ اجتہاد کے ماتحت تھا، خواہش نفسانی کے ماتحت نہ تھا۔ چنانچہ شارح مواقف، آمدیؒ سے نقل کرتے ہیں کہ "جمل اور صفین کے واقعات اجتہادی اختلاف کی رو سے پیش آئے تھے" اور مجتہد اگر بالفرض غلطی بھی کر جائے پھر بھی اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہوتا (بلکہ ایک درجہ اجر کا ملتا ہے) بیضاویؒ نے باری تعالیٰ کے قول لَوْلَا كِتَابٌ مِنَ اللّٰهِ سَبَقَ کی تفسیر یہ کی ہے کہ اگر خدا کی طرف سے وہ حکم نہ ہوتا جو لوحِ محفوظ میں پہلے سے ثبت ہو چکا ہے اور وہ یہ ہے کہ مجتہد کو اس کے اجتہاد کی بنا پر خواہ وہ غلط ہی کیوں نہ ہو، عذاب نہ دیا جائے گا۔

علاوہ ازیں ہم کہتے ہیں کہ مجتہد کی خطا بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہدایت و صواب میں شامل ہے جیسا کہ رزین نے حضرت عمر بن الخطابؓ سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا کہ:۔

"میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے اپنے اصحاب کے اختلاف رائے کے بارے میں جو میرے بعد واقع ہوگا۔ خدائے تعالیٰ سے دریافت کیا تھا۔

اللہ تعالی نے میرے پاس یہ وحی بھیجی کہ اے محمد ﷺ! تمھارے اصحاب میرے نزدیک ایسے ہیں جیسے آسمان کے ستارے کہ ان میں سے بعض بعض سے قوی تر اور روشن ترین، لیکن ہیں سب کے سب نور، پس جو شخص ان کے فیصلوں میں سے جس فیصلہ کو اختیار کرے گا وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہوگا۔ اس کے بعد حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ "میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں ان میں سے تم جس کی پیروی بھی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔"

(حدیث حَرْبُکَ حَرْبِیْ کے پیش نظر شیعہ نے جو اعتراض کیا ہے اس کا جواب یہ ہے) ہوسکتا ہے کہ یہ حدیث حضرت عائشہؓ کے نزدیک پایہ ثبوت کو نہ پہنچی ہو یا پہنچی ہو تو کسی خاص حرب و جنگ کے ساتھ (جو بتقاضائے ہوائے نفسانی ہو) مخصوص ہو کیونکہ جملہ حَرْبُکَ میں اضافت عہد ذہنی کے لیے قرار دی جاسکتی ہے۔

اپنی خرافات کو رواج دینے کے لیے شیعوں کی کوشش

نیز شیعوں نے اپنی باطل کتابوں کو رواج دینے اور اہلسنت کی کتابوں کو بے اعتبار قرار دینے کے لیے نقل کیا ہے کہ شیعہ کی کتابوں میں یہ آیا ہے کہ ایک موقعہ پر جب کہ ابن ام مکتومؓ نابینا، حضرت پیغمبر ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے تو آنحضرت ﷺ کے اہل حرم میں سے کوئی محترمہ[1] وہاں سے گزریں تو آنحضرت ﷺ نے ان کے بے پردہ گزرنے پر اعتراض کیا، تو محترمہ نے جواب دیا۔ "یارسول اللہ ﷺ! یہ شخص تو نابینا ہے۔" تو اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم تو اندھی نہیں ہو۔" (یہ بلند اخلاق کی تعلیم ہے)

اور اہلسنت نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ "حضرت پیغمبر ﷺ نے (ایک موقعہ پر) حضرت عائشہؓ کو اپنے دوش مبارک پر اٹھائے رکھا تاکہ وہ ان لوگوں کا تماشا دیکھیں جو گلی میں ساز بجا رہے تھے اور کافی دیر کے بعد پوچھا۔ اے حمیرا! کیا تماشا دیکھ کر جی بھر گیا" تو ایسا عمل تو کمینے سے کمینے شخص کی طرف بھی منسوب نہیں کیا جاسکتا (چہ جائیکہ رسول اللہ ﷺ کی طرف اس لیے اہلسنت کی کتابوں کا کوئی اعتبار نہیں)

جواب از حضرت مجددؒ

واضح ہونا چاہیے کہ ہوسکتا ہے یہ واقعہ (حضرت عائشہؓ کے تماشا دیکھنے کا) پردہ کا حکم نازل ہونے سے پہلے کا ہو اور ابن ام مکتوم کے سامنے آنے کا واقعہ نزول حجاب کے

[1] حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔

بعد کا ہو، اسی طرح یہ بھی اغلب ہے کہ وہ تماشا جائز ہوگا۔ ممنوع نہ ہوگا۔

اس احتمال کی تائید

جیسا کہ احادیث صحیح میں وارد ہے جس کا ذکر عنقریب آئے گا کہ چند حبشی رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں نیزہ بازی کر رہے تھے۔ (نہ کہ ساز نوازی)

اور نیزہ بازی تیر اندازی کے مثل ہے اس اعتبار سے کہ دونوں آلات جہاد وغزا میں سے ہیں اور تیر اندازی جائز ہے تو جو چیز اس کے مثل ہے وہ بھی جائز ہوگی نیز اس نیزہ بازی کا مسجد نبوی میں ہونا بھی اس کے مشروع اور جائز ہونے کو بتا رہا ہے۔ کما لا یخفیٰ

جواب بتقدیر تسلیم

اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ یہ واقعہ آیت حجاب کے نازل ہونے کے بعد کا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ حضرت صدیقہ اس وقت کم سن تھیں مکلفہ نہ تھیں جیسا کہ امام بخاری ومسلم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ وہ میرے حجرہ کے دروازہ پر کھڑے ہوئے ہیں اور حبشی لوگ مسجد میں نیزہ بازی کر رہے ہیں اور رسول اللہ ﷺ مجھے اپنی چادر سے چھپا رہے ہیں تاکہ میں ان کا کھیل حضور ﷺ کے کان اور دوش مبارک کے درمیان سے جھانک کر دیکھ سکوں پھر حضور ﷺ اس وقت تک میری وجہ سے کھڑے رہے کہ میں خود ہی لوٹ آئی تو لوگو! دختر کم سن کی قدر پہچانو! جسے (اس عمر میں) عموماً کھیل تماشا دیکھنے کا شوق ہوا کرتا ہے (پس کسی کم سن لڑکی کو مباح کھیل دیکھنے یا دکھانے پر کیا اعتراض ہوسکتا ہے)

معاملات صحابہ کرام پر گفتگو کی معذرت

خیال رکھو! کہ صحابہ کرام کے معاملات میں دخل دینا اور ان کے درمیان حکم لگانا نہایت بے ادبی اور بدبختی کی بات ہے۔ سلامتی کا راستہ یہی ہے کہ جو نزاعات اور اختلافات ان کے درمیان وقوع پذیر ہوئے انھیں خدائے علیم کے علم کے حوالہ کر دینا چاہیے اور سب کا ذکر صرف خیر ونیکی کے ساتھ کرنا چاہیے اور ان کی محبت کو پیغمبر ﷺ کی محبت جاننا چاہیے کیونکہ مَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّي اَحَبَّهُمْ صحیح حدیث ہے۔

امام شافعیؒ نے حضرت عمر بن عبدالعزیز سے نقل کیا ہے کہ "یہ ایسے خون ہیں جن سے اللہ تعالٰی نے ہمارے ہاتھوں کو پاک رکھا ہے، ہمیں چاہیے ہم ان سے اپنی زبانوں کو بھی پاک رکھیں۔"

لیکن چونکہ بدکلام شیعہ اصحاب کرام کو برائی سے یاد کرتے ہیں بلکہ ان کو سب و شتم اور لعن وطعن کرنے کی جرأت کرتے رہتے ہیں۔ اس لیے علمائے اسلام پر لازم و واجب ہے کہ ان کی تردید کریں اور ان کی خرابیاں ظاہر کریں۔ فقیر نے جو یہ چند کلمات اس بارہ میں تحریر کیے ہیں وہ اسی سلسلہ سے تعلق رکھتے ہیں جیسا کہ اس کا ذکر آغاز رسالہ میں بھی کیا گیا ہے۔ (اب ہم خدا.......... کے بتائے ہوئے الفاظ میں دعا کرتے ہیں کہ)۔

اے ہمارے پروردگار! اگر ہم سے بھول چوک ہو جائے تو ہم سے مواخذہ نہ کرنا، اے پروردگار! ہم پر کوئی سختی نہ ڈالنا جیسا کہ ہم سے پہلوں پر ڈالی اور اے رب! ہم پر وہ بار تکلیف نہ رکھنا جس کی ہم میں طاقت نہ ہو۔ ہمیں معاف کر، ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما! تو ہی ہمارا مالک ہے۔ پس کافروں کی جمعیت کے مقابلہ میں ہماری نصرت فرما۔ آمین!

اللہ تعالٰی کی حسن توفیق اور مدد سے اہل تشیع کی تردید اور ان کی شناعتوں اور قباحتوں کے اظہار کے سلسلہ میں مجھے یہ توفیق نصیب ہوئی (فالحمد للہ علی ذلک) اور حق سبحانہ تعالٰی سے ہم درخواست کرتے ہیں کہ وہ اپنے دین پر ہمارے دلوں کو استوار رکھے اور ہمیں اپنے حبیب پاک ﷺ کے اتباع کامل کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

خاتمہ حسنہ

ضروری ہے کہ ہم اس رسالہ کو بصورت خاتمہ حسنہ اہل بیت نبی ﷺ کے فضائل، مناقب اور اوصاف عالیہ پر ختم کریں (ان کا پورا احاطہ تو ممکن نہیں چند ایک کا بیان یہ ہے)

۱۔ قول باری تعالٰی ہے:۔ "اے اہل بیت نبی ﷺ ارادۂ خداوندی صرف یہ ہے کہ تم میں سے ہر قسم کی کثافت دور کر دے اور تمھیں پوری طرح پاک بنا دے۔"

اس آیت کی تفسیر میں اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ یہ آیت حضرت علی، فاطمہ، حسن اور حسینؓ کی شان میں نازل ہوئی ہے اس لیے کہ عنکم اور اس کے بعد کی ضمیریں مذکر ہیں۔ بعض مفسرین ادھر بھی گئے ہیں کہ یہ آیت حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام کی ازواج مطہرات کے بارے میں ہے اس لیے کہ اس آیت کے بعد باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ''(اے ازواج نبی ﷺ!) جو تمھارے گھروں میں پڑھا پڑھایا جاتا ہے (یعنی قرآن) اس کا دھیان رکھو، اور یہ تفسیر حضرت ابن عباس کی طرف منسوب ہے اور بعض کا قول یہ ہے کہ اہل بیت سے مراد تنہا پیغمبر ﷺ مراد ہیں۔ اور احمدؒ نے ابو سعید خدریؓ سے روایت کیا ہے کہ ''یہ آیت'' پانچ شخصیتوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

ا۔	حضور نبی کریم ﷺ	۲۔	حضرت علیؓ
۳۔	حضرت فاطمہؓ	۴۔	حضرت حسنؓ اور
۵۔	حضرت حسین رضی اللہ عنہم اجمعین۔		

ثعلبی ادھر گئے ہیں کہ اس آیت میں اہل بیت سے مراد تمام بنی ہاشم ہیں اور ''رجس'' سے گناہ، اور واجب الایمان باتوں میں شک وشبہ کرنا مراد ہے۔

۲۔ بعض طرق حدیث سے اجساد اہل بیت کا نار جہنم کے لیے حرام ہونا ثابت ہے۔

۳۔ حضرت ابو سعید بن وقاص کی روایت ہے کہ جب یہ آیت مباہلہ نازل ہوئی ''کہ ہم اور تم اپنے اپنے بیٹوں کو بلائیں'' تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ، فاطمہ، حسن، اور حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور یہ فرمایا۔ ''اے اللہ یہ ہیں میرے اہل بیت۔''

۴۔ مسور بن مخرمہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:۔ ''فاطمہ میرا جگر گوشہ ہے جو اسے غضبناک کرے گا وہ مجھے ناراض کرے گا۔''

اور ایک روایت میں ہے کہ ''مجھے قلق پہنچتا ہے اس بات سے جس سے فاطمہ کو قلق ہو اور مجھے تکلیف ہوتی ہے اس چیز سے جس سے اسے تکلیف ہو۔''

۵۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں: (ایک روز) میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلا ابھی کچھ دن باقی تھا یہاں تک کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت فاطمہؓ کی قیام گاہ پر تشریف لائے اور فرمایا کیا یہاں ہے فرزند؟ کیا یہاں ہے فرزند؟ اور مراد حضرت حسنؓ تھے، تھوڑی سی دیر میں وہ آگئے اور حضور ﷺ اور وہ، دونوں ایک دوسرے سے بغل گیر ہو گئے اس وقت حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ ''بے شک میں اس

سے محبت کرتا ہوں پھر (کہتا ہوں کہ) میں اس سے محبت کرتا ہوں اور میں اس شخص سے بھی محبت کرتا ہوں جو اس سے محبت کرے۔

۶۔ حضرت انسؓ کا ارشاد ہے کہ "حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے زیادہ کوئی شخص بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مشابہ نہ تھا۔" اور حضرت حسینؓ کو بھی حضرت انسؓ نے آنحضرت ﷺ سے مشابہ تر کہا ہے۔

۷۔ زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

"میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم انھیں میرے بعد تھامے رکھو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے جن میں سے ایک کا درجہ دوسری سے بڑھ چڑھ کر ہے۔ وہ کتاب اللہ ہے جو ایک ایسی رسی ہے جو آسمان سے زمین تک تنی ہوئی ہے (یعنی مکمل دین اس میں موجود ہے) اور دوسری چیز میری عترت اور اہل بیت ہیں اور یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے سے الگ نہیں ہو سکتیں۔ حتیٰ کہ وہ دونوں ساتھ ساتھ حوض (کوثر) پر وارد ہوں گی تو خوب غور کرو کہ ان دونوں کے بارے تم میری نیابت کیوں کر کرو گے؟"

۸۔ نیز انہی سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ، فاطمہؓ، حسنؓ اور حسینؓ کے بارے میں ارشاد فرمایا "کہ میری جنگ ہے اس سے جو ان سے جنگ کرے اور صلح ہے اس سے جو ان سے صلح رکھے۔

۹۔ جمیع بن عمیرؓ نے فرمایا کہ میں اپنی پھوپھی کے ساتھ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں گیا تو پھوپھی نے ان سے پوچھا کہ کون سا شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سب سے زیادہ محبوب ہے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ فاطمہؓ۔ پھر پوچھا "اور دوسرا کون؟" فرمایا کہ ان کے شوہر (علیؓ)۔

۱۰۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حسنؓ اور حسینؓ دونوں میرے لیے دنیا کا عطر ہیں۔

۱۱۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ حسنؓ سینہ سے سر تک (کے حصہ میں) رسول اللہ ﷺ سے سب سے زیادہ مشابہ تھے اور حسین جسم کے نچلے حصہ میں۔

۱۲۔ حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ (ایک روز) رسول خدا ﷺ حضرت حسنؓ کو اپنے دوشِ مبارک پر سوار کیے ہوئے تھے تو کسی نے کہا "خوب سواری ہے۔" جس پر اے لڑکے! تو سوار ہے، تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "اور یہ سوار بھی تو خوب ہے!"

۱۳۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ "لوگ اپنے ہدیے اور تحفے (رسول اللہ ﷺ کو) پیش کرنے کے لیے عائشہؓ کی باری کے دن کی تلاش میں رہتے تھے اور اس سے مقصود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خوشنودی حاصل کرنا ہوتا تھا (نیز) فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات کے دو گروہ تھے۔ ایک گروہ میں عائشہؓ، حفصہؓ، صفیہؓ اور سودہؓ تھیں اور دوسرے میں ام سلمہؓ اور باقی دوسری تمام ازواج مطہراتؓ شامل تھیں، ایک دن ام سلمہؓ کی ہم خیال جماعت میں باہم گفتگو ہوئی۔ سب نے ام سلمہؓ سے کہا کہ آپ رسول اللہ ﷺ سے کہیں کہ وہ لوگوں سے فرما دیں کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کو ہدیہ دینا چاہے تو جہاں کہیں حضور ہوں وہیں لے آیا کرے۔ حضرت ام سلمہؓ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کر دیا اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم مجھے عائشہؓ کے سلسلے میں تکلیف نہ پہنچاؤ، کیونکہ عائشہؓ وہ ہیں کہ جن کے ملبوس کے سوا اور کسی زوجہ کے لباس میں ہوتے ہوئے میرے پاس وحی نہیں آتی۔ یہ سن کر حضرت ام سلمہؓ نے کہا۔ یارسول اللہ ﷺ! میں آپ کو اذیت دینے سے خدا کی پناہ چاہتی ہوں۔"

پھر انھوں نے حضرت فاطمہؓ کو بلایا اور انھیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بھیجا۔ انھوں نے جب (یہ) گفتگو کی تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ "اے بیٹی! کیا تم وہ چیز پسند نہیں کرتیں جسے میں پسند کرتا ہوں۔" حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا۔ "کیوں نہیں؟" اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ان (عائشہؓ) سے محبت کیا کرو۔

۱۴۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ "مجھے رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات میں سے کسی پر غیرت محسوس نہیں ہوئی۔ جس قدر حضرت خدیجہؓ پر ہوئی حالانکہ میں نے ان کو دیکھا بھی نہ تھا۔ لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کا بکثرت ذکر کیا کرتے

تھے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ آپ بکری ذبح کر کے اس کے اعضاء الگ الگ کرتے اور حضرت خدیجہؓ کی سہیلیوں کے لیے بھیج دیتے۔ بسا اوقات (غیرت کے مارے) میں کہتی۔ گویا خدیجہؓ کے علاوہ دنیا میں کوئی عورت ہے ہی نہیں تو حضور علیہ السلام فرماتے کہ ''وہ ایسی تھیں، ایسی تھیں اور ان سے میرے اولاد ہوئی۔''

۱۵۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ایک بار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ''عباس مجھ سے ہے اور میں اس سے''

۱۶۔ نیز انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ سے محبت کرو کیونکہ ہر صبح اس کی طرف سے تم پر انعامات ہوتے ہیں اور مجھ سے محبت کرو۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے اور میرے اہل بیت سے محبت کرو میری محبت کی بنا پر۔''

۱۷۔ حضرت ابوذر غفاریؓ نے باب کعبہ کو تھامے ہوئے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ سن لو کہ میرے اہل بیت کی مثال ایسی ہے جیسی نوح علیہ السلام کی کشتی کی، جو اس پر سوار ہوا، اس نے نجات پائی اور جو پیچھے رہ گیا وہ ہلاک ہو گیا۔''

اب اس مناجات پر ہم یہ رسالہ ختم کرتے ہیں:۔

الٰہی بحق بنی فاطمہؓ ۔۔۔ کہ بر قول ایمان کنم خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی ور قبول ۔۔۔ من و دست و دامان آل رسول

ترجمہ:۔ الٰہی طفیل بنی فاطمہؓ ۔۔۔ کہ ایمان پہ کر تو مرا خاتمہ

دعا ہو مری خواہ رد یا قبول
نہ چھوڑوں گا دامان آل رسول

وَآخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ط

التماس

اس رسالہ کا مترجم فقیر محمد محبوب الٰہی عفی عنہ حضرات ناظرین کرام سے درخواست کرتا ہے کہ اپنی علمی بے بضاعتی کے باوجود حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے کلام بلاغت نظام حقائق اعلام کے ترجمہ کی جرأت کسی کے حسن اشارہ پر کر بیٹھا ہوں۔ اپنی استعداد و قابلیت پر قطعاً اعتماد نہیں۔ اگر احباب کرام و ناظرین عظام کسی جگہ کوئی غلطی اور فردگذاشت محسوس فرمائیں۔ براہ کرم اس کی اصلاح فرمائیں اور اس عاجز کو بھی مطلع کریں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح و اصلاح بھی کی جا سکے۔ حق تعالیٰ آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین۔

والسلام۔ فقیر محمد محبوب الٰہی عفی عنہ